عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوت

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۸ | ۲۷ جمادی الاول ۳ جمادی [illegible] مطابق ۲۳ تا ۳۱ مئی ۲۰۰۹ء | شمارہ: ۲۰

موت العالم موت العالم

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا سانحۂ ارتحال

مختصر حالاتِ زندگی

گلوبلائزیشن پر مغرب کی اجارہ داری

دورِ جدید کا خطرناک مسئلہ

پڑوسی کے آداب

دینی تعلیم و تربیت اور سرپرستوں کی ذمہ داری

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.or
http://www.khatm-e-nubuwwat.c

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO

خلع کا اب کیا فائدہ

عذرا خان، کراچی

س:...... میری آنٹی کی شادی کم عمری میں ہوئی، شادی کے بعد شوہر کے پاس انگلینڈ چلی گئی، تین سال بعد دو بچے ہوئے۔ شادی کے پانچ سال بعد ان کے شوہر کسی بیماری کی وجہ سے معذور ہوگئے، شادی سے پہلے ان کے شوہر کو معلوم تھا کہ ان میں اس بیماری کے اثرات پائے جاتے ہیں لیکن انہوں نے اس بات کو چھپایا، ہماری آنٹی چونکہ بہت کم عمر ہیں، اس لئے وہ اس بات کو سمجھ نہیں سکیں، بعد میں انہوں نے کافی مرتبہ طلاق کا مطالبہ کیا لیکن ان کے شوہر نے طلاق دینے سے انکار کردیا اور وہ کہتے ہیں کہ خلع کے کاغذات پر دستخط بھی نہیں کریں گے۔ اب ان کی شادی کو ۳۶ سال ہوگئے ہیں، ان کے دونوں بچے بھی شادی شدہ ہیں اور میری آنٹی کچھ عرصہ کینسر کے مرض میں مبتلا رہی ہیں، اب پہلے سے بہتر ہیں لیکن وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتیں کیونکہ وہ اب بہت تھک چکی ہیں، کیونکہ ان کے شوہر ۳۱ سال سے وہیل چیئر پر ہیں نہ وہ خود سے اٹھ سکتے ہیں اور نہ بیٹھ سکتے ہیں، صرف بات چیت کی حد تک وہ ان کے شوہر ہیں، اس صورت حال میں ہماری آنٹی کے لئے شرعی طور پر کیا حکم ہے؟

ج:...... آپ کی آنٹی ابھی تک اپنے شوہر کی بیوی ہیں، ہاں اگر وہ ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو ان سے خلع لے لے، مگر اب بڑی بی خلع لے کر کریں گی بھی کیا؟ بس ان سے کہا جائے شوہر کے ساتھ رہے اور جنت کی رحمتوں کا انتظار کرے۔

کتا، بلی، بندر اور ہاتھی حرام ہیں

محمد نذیر، راولپنڈی

س:...... روزنامہ جنگ مورخہ ۲۷/ نومبر ۲۰۰۴ء راولپنڈی سے شائع ہونے والے اخبار میں ایک مولانا صاحب نے یہ فتویٰ جاری کیا ہے کہ بندر، مکھی، چوہا، ہاتھی، کتا، بلی اور تتلی حلال ہے، کیا اسلام ہمیں اس چیز کی اجازت دیتا ہے، اگر دیتا ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں، اگر اسلام ہمیں اس چیز کی اجازت نہیں دیتا تو مذکورہ مولانا صاحب سے پوچھا جائے کہ انہوں نے کس طرح یہ فتویٰ دیا ہے؟ کیا اس دور کے علماء کرام کا فرض نہیں بنتا کہ ایسے لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں جو کہ لوگوں کو غلط راستے پر ڈال رہے ہیں؟

ج:...... آپ نے اخبار کی کٹنگ کے حوالے سے جامعہ ازہر کے جس مفتی عبدالحامد العطرش کے فتویٰ کا حوالہ دیا ہے۔ وہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور غلط ہے۔ نہیں معلوم کہ ان صاحب کا مبلغ علم کیا ہے؟ اور یہ واقعی جامعہ ازہر کے مفتی بھی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ کوئی صاحب عقل وشعور مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا، چہ جائیکہ کوئی نام نہاد مفتی ان حرام جانوروں کے حلال ہونے کا فتویٰ جاری کرے۔ ایسا لگتا ہے کسی اسلام دشمن عیسائی، یہودی یا ملحد و دھریہ نے اپنے جذبات و احساسات کو رواج دینے کے لئے جامعہ ازہر کے

مولانا سعید احمد جلال پوری

مفتی کے کندھوں پر رکھ کر تیر چلایا ہے۔ اگر واقعتاً یہ کسی جامعہ ازہر کے عبدالحامد عطرش کا فتویٰ ہے تو اس شخص کے دین و ایمان کا کوئی بھروسہ نہیں، کیونکہ محرمات ابدیہ کو حلال قرار دینا خود شریعت اور قرآن وسنت کے انکار کے مترادف ہے اور ایسے شخص کے دین و ایمان کے بارہ میں ہر شخص خود فیصلہ کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

قبرستان میں باغ

نثار منصور نقشبندی، کراچی

س:...... کیا قبروں کے بیچ میں چیکو یا دوسرے پھل کے درخت لگانا اور پھر یہ پھل فروخت کرکے اس کی آمدنی قبرستان میں لگانا جائز ہے؟ جبکہ قبروں میں مردے گلنے کے بعد جو کھاد بنتی ہے، اس سے پھل زیادہ آتے ہیں۔

ج:...... اگر قبرستان کی زمین کسی کی ذاتی ہے اور قبریں اتنا بوسیدہ ہیں کہ شاید اب قبروں میں ان کی باقیات بھی نہ ہوں گی تو مالک زمین اس زمین پر کاشت وغیرہ کرسکتا ہے اور اس پر چیکو اور پھل وغیرہ بھی لگا سکتا ہے، لیکن اگر وقف قبرستان ہو اور اس کی قبریں بھی تازہ ہوں تو قبرستان کو مقامِ عبرت کی بجائے باغیچہ بنانا غلط ہے، اس کے علاوہ باغ کو جب پانی لگایا جائے گا تو پانی قبروں میں جائے گا، اسی طرح باغبان اور پھل چننے والے بھی قبرستان کی توہین کریں گے، لہٰذا ٹھیک نہیں ہے۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

جلد:۲۸ ۲۷ جمادی الاولیٰ تا ۳/ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹/ مئی ۲۰۰۹ء شمارہ:۲۰

مجلس ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

گزر واقعہ... جناب حامد میر کی خدمت میں! (۲)	۵	مولانا سعید احمد جلال پوری
حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کی رحلت	۹	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
گلوبلائزیشن پر مغرب کی اجارہ داری	۱۳	مولانا محمد اسرار الحق قاسمی
دینی تعلیم وتربیت اور سرپرستوں کی ذمہ داری	۱۶	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ
پڑوسی کے آداب	۲۰	مولانا زین العابدین اعظمی
انجان راہوں کی تلاش میں سرگرداں	۲۲	مولانا ابوسجاد صدیق احمد
خبروں پر ایک نظر	۲۳	ادارہ
مرکزی شوریٰ کے فیصلے	۲۷	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زرتعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35.Stockwell Green
London. SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

گزشتہ سے پیوستہ

دنیا سے بے رغبتی

مال کو اس کے حق کے ساتھ لینے کا بیان

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ملعون ہے دینار کا بندہ، ملعون ہے درہم کا بندہ۔“

(ترمذی، ج:۲، ص:۶۰)

یہ حدیث جیسا کہ حضرت مصنف رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے، یہاں مختصر نقل ہوئی ہے، مشکوٰۃ شریف کے ص:۴۳۹ میں صحیح بخاری کے حوالے سے یہ حدیث مفصل مذکور ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

”نامراد ہو دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور دوشالے کا بندہ، اگر اس کو دے دیا جائے تو خوش ہوجاتا ہے، اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجاتا ہے، خدا کرے ایسا شخص نامراد ہو، سرنگوں ہو، جب اس کے کانٹا چبھے تو نہ نکالا جائے۔ مبارک ہے وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے، سر پراگندہ، قدم غبار آلود، اگر اسے پہرے پر مقرر کردیا جائے تو پہرے پر رہتا ہے، اور اگر اسے لشکر کے پچھلے حصے میں رکھا جائے تو وہاں رہتا ہے، اگر وہ کسی کے ہاں جانے کی اجازت مانگے تو اسے اجازت نہیں ملتی، اور اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی۔“ (مشکوٰۃ، ص:۴۳۹)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے اشخاص کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک وہ جو روپے پیسے کے اور دُنیا کی عزّت و وجاہت اور زینت و آرائش کے خواستگار ہیں، ان کو درہم و دینار اور دوشالوں کے بندے کہہ کر ان کے حق میں بددُعا فرمائی ہے، اس لئے کہ ایسے لوگوں کی سعی و عمل اور خوشی و ناخوشی کا محور روپیہ پیسہ ہے، وہی ان کا معبود ہے۔ جس کی غلامی و بندگی میں شب و روز سرگرداں ہیں، ایسے لوگوں کو اگر ان کا مطلوب و محبوب مل جائے تو خوش ہوجاتے ہیں، اور نہ ملے تو اللہ تعالیٰ سے بھی ناراض ہوجاتے ہیں، اور سو سو طرح کے حرفِ شکایت زبان پر لاتے ہیں، گویا ان کو اللہ تعالیٰ سے اتنا تعلق نہیں جتنی محبت روپے پیسے سے ہے، ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بددُعائیں فرمائی ہیں، ایک ہلاکت و ناکامی کی، دُوسری ذلت و خواری اور سرنگونی کی، تیسری یہ کہ اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچے تو خدا کرے ان کی یہ تکلیف زائل نہ ہو، اگر ان کے کانٹا چبھے تو خدا کرے ان کا وہ کانٹا نہ نکلے، بلکہ وہ ہمیشہ اسی تکلیف و عذاب میں مبتلا رہیں۔ ان لوگوں کے حق میں ایسی سخت بددُعائیں اس لئے فرمائیں کہ ان کا جرم بھی بہت ہی سنگین ہے، انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ سے، جو محبوبِ حقیقی ہیں، اپنا تعلق توڑا، اور مردار دُنیا کو محبوب بنایا، حق تعالیٰ کی رضاجوئی کے فکر سے بے نیاز ہوکر مخلوق کے لئے محنت کرنے لگے، اور معبودِ حقیقی کے بجائے انہوں نے روپے پیسے اور دُنیا کے کوڑے کرکٹ کی پرستش شروع کردی۔ اس تشریح سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان لوگوں کو عبدالدینار اور عبدالدرہم فرمایا ہے جو روپے پیسے اور مال و دولت کے حاصل کرنے میں اَحکامِ اِلٰہیہ کی پروا نہیں کرتے، اور نہ مال کے خرچ کرنے ہی میں اَحکامِ شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

دُوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو صرف رضائے اِلٰہی کے طالب ہیں، اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہیں، وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہیں، تن بدن کا ہوش نہیں، سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، اور جسم گرد و غبار سے اَٹا ہوا ہے، اور عزّت و وجاہت یا ریاست و امارت کی بو بھی ان کے دماغ میں نہیں، ان کو پہرے پر مقرر کردیا جائے تو پہرے پر لگے ہوئے ہیں، لشکر کی پچھلی صفوں میں انہیں رکھا جائے تب بھی انہیں پروا نہیں، کس مپرسی اور بے کسی کا یہ عالم کہ کسی کی سفارش کریں تو کوئی سننے کو تیار نہ ہو، اور کسی کے دروازے پر دستک دیں تو کوئی اندر بلانے پر آمادہ نہ ہو، ایسے گم نام لوگ جنھوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا ہو لائق صدرشک اور قابلِ صد مبارک باد ہیں۔ ☆☆☆

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

چھوٹا عمل بڑی بیماری کا علاج!

آج ایک ایسا مبارک عمل بتایا جارہا ہے کہ اس پر عمل کرکے انسان دونوں جہان کی کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھانا کھانے کے بعد دسترخوان سے چھوٹے چھوٹے ریزے چنتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تیرے لئے برکت ہو، تجھ میں برکت ہو، تجھ پر برکت ہو“ میں نے عرض کیا اور میرے سوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی کھانا کھائے گا جیسے تو نے کھایا ہے، اس کے لئے بھی وہی (اجر و ثواب) ہے، جو میں نے تیرے لئے کہا اور جو شخص ایسا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جذام، برص اور فالج سے بچائے رکھتا ہے۔“ (نزہۃ المجالس، ص:۴۹، حصہ دوم)

مرسلہ: قاضی محمد اسرائیل گڑنگی، مانسہرہ

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

کڑوا سچ

جناب حامد میر کی خدمت میں!

(۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

جب علامہ صاحبؒ کا جناح صاحب سے اختلاف ختم ہوگیا اور انہوں نے ان اشعار سے رجوع فرمالیا، تو کیا آپ نے بھی اپنے کسی کالم میں علامہؒ کے ان اشعار یا علامہؒ کے اس اختلاف کا بھی تذکرہ کیا ہے؟ اگر علامہ صاحبؒ کا قائداعظم صاحب کے بارہ میں یہ رجوع معتبر ہے، تو حضرت مدنیؒ کے بارہ میں ان کا رجوع کیوں معتبر نہیں؟ اگر علامہؒ کی اس نظم کو بنیاد بنا کر قائداعظم پر تنقید نہیں کی جاسکتی تو علامہؒ کے رجوع کے باوجود ان کی اس متنازعہ نظم کی آڑ میں حضرت مدنیؒ پر تنقید کیوں کی جاتی ہے؟ اگر علامہؒ کے رجوع کی وجہ سے ان کے مجموعہ کلام سے قائداعظم پر تنقید والی نظم حذف کی جاسکتی ہے تو حضرت مدنیؒ کے خلاف لکھی گئی نظم کو رجوع کے باوجود ان کے مجموعہ کلام سے کیوں حذف نہیں کیا جاسکتا؟

اس تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمایئے، چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں:

''بعض شخصیتوں کے بارے میں علامہ اقبال نے جو مدحیہ نظمیں کہیں، ان کو بھی چونکہ ''وقتی چیز'' سمجھا گیا، اس لئے پرستاران اقبال ان کو اقبال سے منسوب کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے، بلکہ انہیں متروکات سخن شمار کرتے ہیں، اس کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر یہاں ہم صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں، پہلی مثال ان مدحیہ اشعار کی ہے جو گاندھی کی تعریف وتوصیف میں پڑھے گئے اور جن کا ذکر عبدالمجید سالک نے ''ذکر اقبال'' میں کیا ہے:

''گاندھی سے ایک روز یہ کہتے تھے مالوی ۔۔۔ کم زور کی کمند ہے دنیا میں نارسا
نازک یہ سلطنت صفت برگ گل نہیں ۔۔۔ لے جائے گلستان سے اڑا کر جسے صبا
گاڑھا ادھر ہے زیب بدن اور ادھر زرہ ۔۔۔ صرصر کی رہ گزر میں کیا عرش توتیا
پس کر ملے گا گرد رہ روزگار میں ۔۔۔ دانہ جو آسیا سے ہوا قوت آزما
بولا یہ بات سن کر کمال وقار سے ۔۔۔ وہ مرد پختہ کار وحق اندیش و باصفا
خارا حریف سعی ضعیفاں نمی شود ۔۔۔ صد کوچہ ایست دربن زنداں خلال را''

دوسری مثال ان اشعار کی ہے جو ''وار کانفرنس'' میں تاج برطانیہ کی شان میں پڑھے گئے، عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

''دہلی میں وار کانفرنس منعقد کی تو بطور خاص نواب ذوالفقار علی خان کی وساطت سے علامہ اقبال کو بھی طلب کیا اور اس موقع کے لئے ایک نظم کی فرمائش کی، علامہ نے مجبور ہوکر ایک مسدس لکھا جس کے کل نو بند ہیں، بطور نمونہ دو بند ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں، یہ نظم یونیورسٹی ہال لاہور میں پڑھی گئی:

''اے تاج دار خطہ جنت نشان ہند
روشن تجلیوں سے تری خاوران ہند

محکم ترے قلم سے نظام جہان ہند
تیغ جگر شگاف تری پاسبان ہند

ہنگامہ وغامیں مرا سر قبول ہو
اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں نقاد خیرو شر
بہ روز جنگ توز جگر سوز سینہ در

رایت تری سپاہ کا سرمایہ ظفر
آزاد پرکشادہ پری زادہ یم سپر

سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے''

(ذکر اقبال،ص:۸۶،۸۷)

(ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں،ص:۲۴،ج ۱)

کیا کبھی ''میر'' صاحب یا ان کے ہمنواؤں نے ان اشعار کو بنیاد بنا کر علامہ اقبال کو انگریز یا ہندو سامراج کا حامی کہا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو ایک غلط فہمی کی بنا پر کہی گئی نظم یا اشعار کو، جن سے بعد میں انہوں نے رجوع بھی کر لیا تھا، حضرت مدنیؒ کی مخالفت کا جواز کیونکر بنایا جاتا ہے؟

''میر'' صاحب نے روزنامہ جنگ ۳۰/مارچ ۲۰۰۹ء کے اپنے کالم اور ''سنہری موقع ضائع ہوگیا'' میں مکرر حضرت مدنیؒ پر تنقید کے جواز میں ڈاکٹر جاوید اقبال کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''اس نظم کو علامہ اقبال کے مجموعہ کلام میں اس لئے باقی رکھا گیا کہ حضرت مدنی نے علامہ کی وفات کے بعد بھی ان پر حملے جاری رکھے، یہی وجہ تھی کہ اقبال کی وفات کے بعد شعری مجموعہ ''ارمغان حجاز'' شائع ہوا تو چوہدری محمد حسین نے اس میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق اقبال کے تنقیدی اشعار شامل کر دیئے۔''

''میر'' صاحب! آپ بھی ''لکھے پڑھے'' ہیں اور اپنے آپ کو تاریخ دان بھی سمجھتے ہیں، اور آپ کا اقبالیات پر مطالعہ بھی ہوگا، کیا آپ نے کہیں حضرت مدنیؒ کا علامہؒ کے خلاف کوئی ''حملہ'' دیکھا؟ اگر ایسا کچھ تھا تو اس کی کوئی ایک آدھ مثال پیش فرما دی ہوتی کہ حضرت مدنیؒ نے کب اور کہاں اور کس بنا پر علامہ اقبال کی کردارکشی کی تھی؟ یا ان پر حملے کئے تھے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو اس اتہام کا کیا جواز ہے؟

جناب ''میر'' صاحب، اپنے کالم ''بلاول کا خیال کیجئے!'' میں حسب عادت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی کردارکشی اور تہمت تراشی سے ''شغل'' فرماتے ہوئے ان پر الزام لگاتے ہیں کہ:

''... تحریک پاکستان کے ایک نامور مورخ ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی نے اپنی کتاب ''زوال سے اقبال تک'' میں ایک عجیب قصہ لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی مسلم لیگ کی حمایت کے لئے راضی تھے، لیکن انہوں نے اس حمایت کے اخراجات کے لئے پچاس ہزار روپے طلب کئے، یہ رقم اس زمانہ میں بہت زیادہ تھی، قائداعظم یہ مطالبہ پورا نہ کر سکے اور مولانا صاحبان کانگریس کی طرف چلے گئے، کیونکہ وہاں سے ان کے مالی تقاضے پورے ہوگئے تھے....''

اس چند سطری تحریر کے ذریعہ ''میر'' صاحب نے جو ''عظیم'' کارنامہ انجام دیا ہے، باوجود صد مساعی کے انگریز بہادر بھی نہیں دے سکا، ہمارے خیال میں اس تحریر سے جتنا اسلام دشمن قوتیں، خصوصاً ہندو اور انگریز خوش ہوئے ہوں گے، شاید اتنا خود ''میر'' صاحب بھی نہ ہوئے ہوں گے، اس لئے کہ باوجود لاکھ مخالفتوں اور عداوتوں کے انگریز بہادر حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے جاں نثاروں پر مالی منفعت کے حصول کا الزام نہیں لگا سکا، اور وہ لگاتا بھی کیسے کہ انگریز کی مخالفت میں حضرت شیخ الہندؒ کے نامور شاگرد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے حرمین کے قیام، روضۂ اطہر اور مسجد نبوی کے جوار، حدیث نبوی کی تدریس اور آزادی کی زندگی پر انگریز کی مخالفت اور کالا پانی کی قید تنہائی کو ترجیح دی۔

’’میر‘‘ صاحب! اگر یہ لوگ روپے پیسے کی لالچ رکھتے تو یقیناً ہندوؤں اور مسلم لیگ والوں سے زیادہ انگریز ان کی قیمت لگاتا، اگر دنیاوی اور مالی منفعت ان کا مقصود ہوتا تو ان کو بھی ’’سر‘‘ کا خطاب مل جاتا، ان کو بھی جاگیریں مل جاتیں، ان کو بھی سرکار انگریز کا تقرب حاصل ہو جاتا، ان کو تحریک ریشمی رومال، تحریک شہیدین، شاملی، اور ۱۸۵۷ء کی جنگیں لڑنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ ان کے خلاف پھانسی کے پھندے کیوں تیار کئے جاتے؟ اور انہیں انگریزی فوج میں بھرتی کے خلاف فتویٰ دینے کی نوبت نہ آتی اور ان کو یہ دھمکی بھی نہ سننا پڑتی کہ: ’’مولانا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے اس فتویٰ پر آپ کو پھانسی کی سزا ہو سکتی ہے‘‘ اور خالق دیناہال میں انہیں یہ کہنے کی تکلیف بھی نہ کرنا پڑتی کہ: ’’جی ہاں! معلوم ہے، جب ہی تو میں اپنا کفن اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں‘‘ اگر ان کو مالی منفعت عزیز ہوتی تو وہ مسجد نبوی کی تدریس کیوں چھوڑتے؟ وہ آزادی کی زندگی پر قید تنہائی کو کیوں ترجیح دیتے؟ اگر ان کو دنیائے دنی کا خیال ہوتا تو مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف آتش زیر پا کیوں کرتے؟ اگر ان کو دنیا ہی لینا تھی تو وہ فقیری کو کیوں ترجیح دیتے؟ اگر ان کو مال و اسباب مطلوب ہوتا تو وہ ساری زندگی ایسی عسرا ور تنگی کی زندگی کیوں گزارتے کہ گھر میں ایک بجلی کا پنکھا تک نہ لگا سکے؟ اور پوری عمر گھر میں غسل خانہ نہ بنا سکے؟ اور گھر کے اندرونی کمرے میں بنے قدمچے پر غسل کرتے رہے؟ اگر ان کو مالی مفادات حاصل کرنا ہوتے تو بلا تنخواہ دارالعلوم دیوبند سے چھٹی لے کر مسلم لیگ کی حمایت میں مسلمانوں کو بیدار نہ کرتے؟ اگر ان کو مال و اسباب ہی سمیٹنا تھا تو وہ جامعہ ازہر کی مسند تدریس، اس وقت کا ایک ہزار مشاہرہ، مکان، گاڑی، سالانہ آمد و رفت کے ٹکٹ کو چھوڑ کر دارالعلوم دیوبند کی معمولی تنخواہ پر گزارا کیوں کرتے؟ اگر ان کو عزت و جاہ اور ناموری و شہرت مطلوب ہوتی تو آزادی کے بعد ہندوستان کے سول اعزاز ’’پدم بھوشن‘‘ کو کیوں ٹھکراتے؟ اگر ان کو راحت و عافیت مطلوب ہوتی اور ان کی مساعی، مفادات کے گرد گھومتیں تو وہ تھرڈ کلاس میں سفر کیوں کرتے؟ اگر ان کا مقصد مال سمیٹنا ہوتا تو وہ حزم و احتیاط کا اس قدر پاس کیوں کرتے کہ جمعیت علماء ہند کے امیر ہونے کے باوجود اپنی ذاتی ضرورت کے لئے جمعیت علماء کے لیٹر پیڈ کے استعمال سے احتراز کرتے؟ ’’میر‘‘ صاحب! اگر یہ لوگ پیسے کے بھوکے ہوتے تو حضرت مفتی کفایت اللہؒ دولاکھ کی خطیر رقم کیوں ٹھکراتے؟

’’میر‘‘ صاحب! ایسے باخدا، رشک ملائک اور کردار کے غازیوں پر ایسے ناروا اور گھٹیا الزام لگانا کیا آسمان پر تھوکنے کے مترادف نہیں ہے؟ کیا اس طرح کرنے سے آپ کی عزت بڑھ جائے گی؟ یا ان کا مقام گر جائے گا؟

ہائے افسوس! کہ آج اخلاقی قدریں اس قدر زوال پذیر ہوگئی ہیں کہ جن کی شرافت، دیانت، تقویٰ، طہارت، خدا خوفی کے کٹر سے کٹر مخالف، حتیٰ کہ اسلام دشمن ہندو اور انگریز بھی قائل و معترف تھے اور باوجود لاکھ عداوت کے، ان کے خلاف ایسا کوئی الزام و افترا نہیں تراش سکے تھے، آج انہیں نفوس قدسیہ کے خلاف ان لوگوں کا قلم اور زبان حرکت میں ہے، جن کے عقائد و اعمال اور سیرت و کردار اور ماضی و حال کا کچھ پتہ نہیں اور ان کا قبلہ بدلتی حکومتوں کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے، جو غرض و فرض میں امتیاز و تمیز نہیں کر سکتے، جن کا معاش قلم و کالم کا مرہون منت ہے، جو ارباب اقتدار کی نگاہ انتقام کی تاب نہیں لا سکتے، جو اپنے باس اور افسر کی نگاہ التفات کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں اور بڑوں کی ہر ناجائز کو جواز کا چولا پہنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

تاہم ’’میر‘‘ صاحب کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم اتنا عرض کریں گے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ نے اپنے ممدوح ’’نامور مؤرخ‘‘ تیمی صاحب کی ’’اچھوتی تاریخ‘‘ اور ان کے تاریخی ’’انکشافات‘‘ کے علاوہ مشہور مسلم لیگیوں کی تحریریں بھی پڑھی ہوتیں، تو آپ کو اس مبنی بر عداوت پروپیگنڈا سے متاثر ہونے، اسے اپنی تحریر کا حصہ بنانے اور بعد میں اس کی تغلیط کی وجہ سے خفت و شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑتا، لیجئے اس سلسلہ کے حقائق پڑھئے اور سر دھنیئے:

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ پر سب سے پہلے کیچڑ اچھالنے کی ’’سعادت‘‘ رافضی مکتبہ فکر کے مشہور مسلم لیگی راہنما ابوالحسن اصفہانی کے حصہ میں آئی ہے، دیکھئے اقبال کے آخری دو سال ص:۳۸۸، ۳۸۹، مصنفہ عاشق حسین بٹالوی، اس کے بعد جس نے بھی اس حوالہ کو نقل کیا ہے، اس نے ابوالحسن اصفہانی کی اس قے کو چاٹا ہے۔ افسوس کہ آپ نے بھی تیمی صاحب کے کہنے پر ابوالحسن اصفہانی کی اس قے کو چاٹنے کی ’’سعادت‘‘ حاصل کر لی۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات سے قبل جمعیت علماء ہند سے اتحاد کی خواہش کا اظہار مسلم لیگ اور مسٹر محمد علی جناح نے ۱۹۳۴ء کے مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی ناکامی کے بعد کیا تھا، اس سلسلہ میں سید طفیل احمد منگلوری لکھتے ہیں:

’’آخر ۱۹۳۲ء میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے جلسے لکھنؤ میں منعقد ہوئے تھے، اس کے دو سال بعد آخر ۱۹۳۴ء میں مرکزی اسمبلی کے انتخابات کا وقت آیا تو اسی سال آل مسلم پارٹیز کے کارکنوں نے ایک جماعت ’’مسلم یونٹی بورڈ‘‘ کے نام سے زیر صدارت راجہ سیّد احمد علی خان علوی راجہ سلیم پور قائم کر کے صوبہ متحدہ، صوبہ متوسط، صوبجات بہار و مدراس میں الیکشن لڑائے، یونٹی بورڈ کے مقابلہ میں بعض صوبوں میں ’’مسلم لیگ پارلیمنٹری مجلس‘‘ کے نام سے ایک جماعت لڑی ہوئی، مگر یونٹی بورڈ کے مقابلہ میں ناکام رہی، یونٹی بورڈ کی کامیابی میں جمیعت العلماء کا بھی بڑا حصہ رہا تھا، کامیابی کے بعد یونٹی بورڈ کے نمائندوں اور دوسرے مسلمان ممبروں نے مرکزی اسمبلی میں بسر کردگی محمد علی جناح کانگریس پارٹی کے ساتھ اتحاد عمل کر کے مسلسل دو سال تک حکومت کو خوب خوب شکستیں دیں۔‘‘

(روشن مستقبل ص:۴۵۰، روح روشن مستقبل ص:۱۲۷)

چونکہ ۱۹۳۴ء کے انتخابات اور ان کے نتائج کی روشنی میں بانی پاکستان جان چکے تھے کہ علماء کے بغیر ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں کامیابی ممکن نہیں، اس لئے انہوں نے متحدہ مسلم محاذ کے تحت انتخابات میں حصہ لینے کے لئے جمیعت علماء ہند کے اکابرین سے رجوع کیا، اس سلسلہ کی تفصیلات حضرت مدنیؒ کی زبانی سنیئے:

’’مسٹر جناح نے ۱۹۳۶ء کے الیکشن کے لئے جمعیت علماء ہند سے اتحاد و تعاون چاہا، وہ زمانہ ولنگڈن کی حکومت کا تھا اور آزادی خواہ جماعتوں کی ہر قسم کی غیر قانونی جدوجہد پر سخت قانونی پابندیاں عائد تھیں، مسٹر جناح نے ہم سے چند گھنٹے گفتگو کی اور درخواست پر زور دیا اور کہا کہ میں ان رجعت پسندوں سے عاجز آ گیا ہوں اور ان کو رفتہ رفتہ لیگ سے خارج کر کے آزاد خیال اور ترقی پسند لوگوں کی جماعت بنانا چاہتا ہوں، تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ، ہم نے عرض کیا کہ اگر آپ ان لوگوں کو خارج نہ کر سکے تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا کہ اگر میں ایسا نہ کر سکا تو میں تم لوگوں میں آ جاؤں گا اور لیگ چھوڑ دوں گا، اس پر مولانا شوکت علی مرحوم اور دیگر حضرات نے اطمینان کیا اور تعاون کرنے پر تیار ہو گئے۔‘‘

(مکتوبات شیخ الاسلام ص:۳۶۰، ج:۱)

یہ تو حضرت مدنیؒ کی زبانی احوال تھا، بانی پاکستان اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں، لیجئے پڑھیے، چنانچہ سیّد طفیل احمد منگلوری لکھتے ہیں:

’’اس کے بعد (یعنی مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے بعد) جبکہ صوبوں کی اسمبلیوں کے انتخابات کا وقت آیا تو شروع ۱۹۳۶ء میں یونٹی بورڈ کی مجلس عاملہ نے دہلی میں ایک اجلاس منعقد کیا، اس میں مسٹر جناح کی طرف سے مسٹر عبدالمتین چوہدری نے کہا کہ بجائے یونٹی بورڈ کے مسلم لیگ کے نام سے الیکشن لڑائے جائیں اور اس پرانی جماعت کو مضبوط کیا جائے، دوسرے روز قرول باغ میں مولانا شوکت علی کے مسکن پر اس بارہ میں مفصل مشورہ ہوا جس میں یونٹی بورڈ، مسلم لیگ اور جمیعت العلماء ہند کے خاص خاص اراکین شامل تھے۔ اس میں یہ بحث پیش آئی کہ جو لوگ اپنا مسلک کامل آزادی رکھتے ہیں وہ مسلم لیگ کے ممبر کس طرح بن جائیں؟ اس پر مسٹر جناح نے کہا کہ جو لوگ آگے ہیں ان کا پیچھے والوں کے ساتھ شامل ہو جانا کوئی قابل اعتراض عمل نہیں ہے، ہم لوگ آپ کے پیچھے چلیں گے، اس وقت حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ آپ ۱۹۲۰ء میں بھی تو ہمارے ساتھ تھے، اب اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ بھی آپ ساتھ رہیں گے؟ مسٹر جناح نے فرمایا کہ نہیں! ’’میں اب ساتھ سے نہیں ہٹوں گا‘‘ اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ: ’’میں آزادی خواہ طاقتوں کی حمایت کروں گا، خود غرض، سرکار پرستوں، ور سرکاری عنصر کو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں نہ لوں گا... اور مذہبی معاملات میں ہر فیصلہ علماء ہند کی رائے کے مطابق کروں گا، اگر اس سے معذور رہا تو مسلم لیگ چھوڑ کر آزادی خواہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کروں گا‘‘ ان معاہدوں کے بعد قرار پایا کہ بجائے مسلم لیگ کے ’’مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ‘‘ الیکشن کی غرض سے قائم کیا جائے، جس میں تمام مسلم جماعتیں شریک ہوں۔‘‘

(روح روشن مستقبل ص:۱۲۷، ۱۲۸)

(جاری ہے)

امام اہل سنت شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کا سانحہ ارتحال

مختصر حالات زندگی

۵مئی ۲۰۰۹ء رات پونے دو بجے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ انتقال فرماگئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور فرمائیں اور ان کو قبر میں جنت کی راحتیں و آسائشیں نصیب فرمائیں۔ ان کے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ان کی مکمل حفاظت ونصرت فرمائیں۔ ”اللّٰھم ارحمہ واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ امین بحرمۃ خاتم النبیین“

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے والد گرامی کا نام نور محمد خان تھا۔ وہ مانسہرہ کے ایک گاؤں ڈھکی چیڑاں داخلی کڑمنگ کے رہنے والے تھے۔ ان کے گھر مولانا سرفراز خان ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ہزارہ وگردونواح میں حاصل کی اور حصول تعلیم کے لئے تکلیف دہ اور صبر آزما مراحل سے آپ کو گزرنا پڑا: ”رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد“ ان مصائب کو جھیل کر بڑے مجاہدہ سے آپ وادی علم کو طے کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ گکھڑ میں تشریف لائے۔ اولاً جس مسجد میں پڑھنا پڑھانا، درس دینا، جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ تادم واپسیں اسی مسجد کو ہی اپنی علمی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔ یہاں پر مکان بنایا اور یہیں سے جنازہ اٹھا۔ استقلال ووفاء کی دنیا میں ایک مثال قائم کر گئے۔

مولانا محمد سرفراز خان صفدر، کسرتی جسم، درمیانہ قد، داڑھی مبارک دراز، چہرہ پر علم کا جلال او عمل کا نور، پیشانی کشادہ، نگاہ عقابی، ناک ستواں، خدوخال محبوبانہ، رنگ پکا سرخی وسفیدی مائل، حفاظت نظر کے لئے گردن ہمیشہ جھکی ہوئی، کپڑے اکثر سفید، جوانی میں سر پر ہمیشہ پگڑی، اس کے نیچے کپڑے کی ٹوپی، خندہ رو، بولیں تو علم، ابلتے چشمہ کی مانند رواں دواں، مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل کرنے کے ماہر، پاکستان میں اس وقت فن حدیث کے سب سے بڑے ماہر وامام، قلم شستہ، تحریر میں پختگی

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

وروانی، تمام اختلافی مسائل پر قلم اٹھایا۔ لیکن متانت کے ساتھ، قرآن وسنت کے دلائل سے ان مسائل میں علماء دیوبند کے عقائد کی تشریح فرمائی کہ دوست ودشمن اہل علم حضرات عش عش کر اٹھے۔

بعض مقامات جواب آں غزل آیا ہو تو اس سے انکار نہیں۔ لیکن اس میں بھی انہوں نے علمی وقار ومتانت کو داغ دار نہیں ہونے دیا۔ بلکہ مثال قائم فرمائی کہ اہل علم کے اختلاف کی حدیں یوں ہوتی ہیں۔ راقم نے اولاً آپ کی زیارت ۶۸،۱۹۶۷ء میں مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں کی۔ ختم بخاری کے موقع پر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے سالانہ جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ سہ روزہ اجتماع میں اس وقت کی تمام چوٹی کی دینی قیادت شمولیت فرماتھی۔

راقم کو اللہ رب العزت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی شمولیت سے سرفراز کیا تو تقریباً اکثر وبیشتر چنیوٹ کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان کی زیارت کا موقع مل جاتا۔ یہ کانفرنس دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔ آپ نصرۃ العلوم میں پہلے وقت پڑھا کر کانفرنس میں شرکت کے لئے چنیوٹ کا سفر کرتے۔ ظہر کے بعد اجلاس میں آخری بیان کرتے۔ عصر پڑھ کر واپسی ہو جاتی۔ سردیوں کے دن ہوتے، اکثر سواتی دھسہ پہنے ہوئے، سر پر پشاوری پگڑی، عینک لگائے، ہاتھ میں عصا لئے سٹیج پر تشریف لاتے۔ تمام تر سادگی کے باوجود ہر خوردوکلاں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے۔

نماز عصر کے بعد بسا اوقات چائے کے دوران علیحدگی میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کی ایک دوسرے سے مشاورت کا منظر بھی راقم کی آنکھوں میں گھومتا نظر آرہا ہے۔ ایک بار اپنی صحت کے آخری دور میں آپ جامعہ قاسم العلوم میں ختم بخاری کے موقع پر تشریف لائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ مجلس کے بڑے حضرات سب سفر پر تھے۔ راقم دفتر میں اکیلا تھا۔ عشاء سے قبل قاسم العلوم ملتان حاضر ہوا۔ حضرت کے ساتھ آپ کے صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس قارن استاذ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم تھے۔ ان سے عرض کیا کہ عشاء کے متصل بعد ختم بخاری ہے۔ اس کے بعد رات گئے تک جلسہ جاری رہے گا۔ حضرت آرام نہیں کر سکیں گے۔ اگر قیام دفتر ختم نبوت ہو جائے تو بہت مناسب رہے گا۔ مولانا قارن صاحب نے فقیر کی طرف سے حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ خندہ پیشانی سے قبول فرمائی۔ ہمارے بخت جاگ اٹھے۔ آپ نے جامعہ قاسم

العلوم کے شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر خان صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا کہ ختم بخاری کے بعد مجھے آرام ختم نبوت کے دفتر کرنا ہے۔مولانا محمد اکبر خان نے فرمایا کہ صبح نماز کے بعد آپ کے درس قرآن مجید کا بھی قاسم العلوم جامع مسجد میں ہم نے اعلان کررکھا ہے۔تو حضرتؒ نے فرمایا ٹھیک ہے۔اذان کے بعد دفتر ختم نبوت سے لے لینا۔نماز فجر یہاں آپ کے ہاں باجماعت ادا کریں گے۔ لیجئے! تشریف آوری یقینی ہوگئی۔آپ آرام کے لئے دفتر تشریف لائے۔ صاحبزادہ مولانا عبدالقدوس اور حضرت کے لئے نیچے کے مہمان خانہ میں بستر لگوادیئے۔ لیٹنے سے قبل چائے یا دودھ کا کپ نوش فرمایا۔طہارت ووضو فرمایا اور لیٹ گئے۔

دفتر میں دقت یہ کہ گھنٹی بھاری آواز کی لگوائی ہے۔سردی کی راتوں میں مہمان آجائیں تو گھنٹی سے ساتھی بیدار ہوکر دروازہ کھول دیتے ہیں۔خیال ہوا کہ گھنٹی کھلی رہی کوئی مہمان آیا اس نے گھنٹی بجادی تو حضرت کے آرام میں خلل آئے گا۔ساتھیوں سے عرض کیا کہ آپ سوجائیں۔صبح سے کچھ دیر قبل تازہ عمدہ چائے کا نظم کرنا ہوگا اور ساتھ میں فرائی ایک ایک انڈہ اور کیک بھی منگوا کر ابھی رکھ لیں۔ساتھی سوگئے۔ راقم نے گھنٹی بند کردی اور خود دربان بن کر گیٹ پر رات گزار دی کہ کوئی آہٹ ہو تو دروازہ کھل جائے اور بغیر شوروغل کے مہمان کو ٹھہرا لیا جائے۔تاکہ حضرتؒ کو تکلیف نہ ہو۔رات کے آخری حصہ میں حضرتؒ معمول کے مطابق از خود اٹھ گئے۔گرم پانی پیش کیا۔وضو فرمایا اور معمولات میں مشغول ہوگئے۔ اذان فجر سے قبل چائے نوش فرمائی۔اذان شروع ہوتے ہی حضرت مولانا محمد اکبر خان مدظلہ تشریف لائے۔انہوں نے بھی چائے نوش فرمائی اور حضرتؒ روانہ ہوگئے۔امید ہے کہ جس ذات کریم تعالیٰ نے ایک رات اپنے مقبول بندے کی خدمت کی توفیق دی۔اس خدمت کے صدقے خادم کی بھی نجات فرمادیں گے۔وما ذالک علی اللہ بعزیز!

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ سے ایک یادگار ملاقات جو گھنٹوں پر محیط ہے وہ گکھڑ میں ہوئی تھی۔ملک عزیز کے نامور خطیب، جفاکش اور مجاہد اسلام جناب حافظ سید عطاء المؤمن شاہ بخاری مدظلہ جانشین امیر شریعتؒ، وروح رواں مجلس احرار الاسلام پاکستان نے اپنے مسلک کی تمام جماعتوں کو "مجلس علماء اسلام" کے نام پر جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس کی امارت کے لئے آمادہ کرلیا۔ آپ نے امارت قبول فرمائی۔یکے بعد دیگرے لاہور اور مختلف مقامات پر تمام جماعتوں کے نمائندگان کے اس نئے پلیٹ فارم پر اجلاس منعقد ہوئے۔راقم اپنی تبلیغی مصروفیات کے باعث کسی اجلاس میں شریک نہ ہو پایا تو ایک ملاقات میں حضرت المکرم جانشین امیر شریعت سید عطاء المؤمن نے حکماً فرمایا کہ گکھڑ میں فلاں تاریخ [illegible]س علماء اسلام کی میٹنگ پر ضرور حاضر ہونا ہے۔ان کے حکم خاص اور پہلے کی غیر حاضریوں کی ندامت دھونے کا موقع مل گیا۔مقررہ تاریخ پر حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب عثمانی رکن مرکزی مجلس شوریٰ کے ہمراہ گکھڑ جا حاضری دی۔حضرتؒ کے ایک ملنے والے کے وسیع وعریض مکان کے ہال میں بھرپور میٹنگ ہوئی۔تمام جماعتوں کی نمائندگی تھی۔حضرتؒ بھی گھنٹوں اس اجلاس کی آخر تک صدارت پر متمکن رہے۔اجلاس میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجلس علماء اسلام میں شریک جماعتوں کے راہنما مجلس علماء کے نظم کو چلانے کے لئے عہد کریں کہ وہ کوئی اور نیا پلیٹ فارم نہیں بنائیں گے۔نہ اس میں شریک ہوں گے۔آپ کا اشارہ مخدوم زادہ مولانا زاہد الراشدی کی طرف تھا کہ انہوں نے ان دنوں ایک نیا پلیٹ فارم بنایا۔ "اسلامک ہیومن رائیٹس" یا اس سے کوئی ملتا جلتا اس کا نام تھا۔حضرت شاہ صاحب کی اس تجویز پر راقم نے بھی موقع غنیمت جان کر کہا کہ نہ صرف اندرون ملک نئی جماعت نہ بنائیں بلکہ بیرون ملک بھی۔مولانا زاہد الراشدی میری چوٹ کو بچا کر چلے اور قہقہہ مارا تو اس موقع پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے سر اٹھا کر ایک بار مولانا راشدی کی طرف اور دوسری بار راقم کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔اس پر راقم نے سوچا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر اس تجویز کے میرے تائیدی کلمات کا منفی اثر نہ پڑا ہو۔لیجئے لیپا پوتی میں راقم نے ایک اور حماقت کرڈالی۔کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس جماعت کے والد گرامی شیخ الحدیثؒ سربراہ ہیں۔مولانا زاہد الراشدی بحیثیت ایک جماعت کے نمائندہ اور شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادہ ہونے کے ناتے اپنا تمام وزن اسی پلڑے میں ڈالیں۔بس اس کی تشریح میں اپنی حماقت سے ایک جملہ بھی کہہ دیا کہ بچھے کسی کھرلی سے اور دودھ کسی دوسری کھرلی میں۔یہ مناسب نہیں۔اس پر مولانا نے محترم مولانا بشیر احمد شاد پھڑک اٹھے اور زور دار تائید فرمائی۔اس لئے کہ وہ بھی شاکی تھے کہ جمعیت علماء اسلام (س گروپ) بنانے میں بانی کا کردار مولانا راشدی دامت برکاتہم کا تھا۔اب اسے بھی چھوڑ دیا۔گویا (روندی یاراں نوں ناں لے لے بھراواں دے) مولانا بشیر احمد شاد نے میری تائید میں اپنا دکھڑا کہہ سنایا۔اب حضرت سید عطاء المؤمن شاہ بخاری نے جو مصرعہ اٹھایا تھا وہ راقم نے شعر بنادیا۔مولانا شاد نے اس پر غزل مکمل کرڈالی۔مولانا راشدی نے فقیر کی طرف غضب ناک نظروں سے ہلکی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے دیکھا۔(کہ کیا طوفان بدتمیزی کھڑا کردیا) فقیر نے ہمیشہ کی طرح ان کے سامنے نیاز مندی کے ساتھ آنکھیں جھکالیں۔

اس پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا کہ اصولاً صحیح ہے کہ جماعتیں بہت ہیں۔ نت نئی جماعت ٹھیک نہیں اور مجلس علماء اسلام کو بھی کوئی نئی جماعت نہ سمجھا جائے۔ یہ تو اتحاد کے لئے ایک کوشش ہے۔ یہ فرما کر مزید بحث کا دروازہ بند فرمادیا۔

ایک بار مولانا اختر کاشمیری نے سیدنا مہدی علیہ الرضوان کے انکار کے لئے ابن خلدون کے مقدمہ سے اقتباس لے کر مضمون اچھال ڈالا۔ راقم ان سے لاہور میں ملا اور عرض کیا کہ آپ کب سے خارجی ہوگئے؟ باتوں باتوں میں انہوں نے فرمایا کہ مضمون تو اگل ڈالا۔ اب ایک شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدرؒ اور دوسرا مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے قلم سے ڈر لگ رہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ دوبار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد جمیل خان شہیدؒ ذریعہ بنے۔ دوسری بار حضرت مولانا زاہد الراشدی کی عنایت کام آئی۔ ایک بار ڈھاکہ میں آل بنگلہ دیش ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے حضرت شیخ الحدیثؒ نے بمع اپنے جانشین حضرت مولانا زاہد الراشدی کے کراچی تک کا سفر فرمایا۔ کانفرنس کی منظوری نہ ملنے کے باعث سفر ملتوی کرنا پڑا۔ رب کی شان ایسے آخری مرحلہ پر منظوری ملی۔ کانفرنس تو ہوگئی لیکن تنگی وقت کے باعث باہر سے مہمان حضرات کی شرکت نہ ہوسکی۔

۱۱راپریل ۲۰۰۹ء کو ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد لاہور کے لئے اپنے صاحبزادہ اور ہمارے مخدوم ومخدوم زادہ مولانا عبدالحق خان بشیر کے ذریعہ پیغام بھجوایا۔ جسے مولانا عبدالقدوس قارن نے اپنے بیان میں لاکھوں سامعین کے سامنے دہرایا۔ شیخ الحدیث کے تقریباً الفاظ آپ نے یوں ارشاد فرمائے کہ حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ: ”تحفظ ناموس رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے میرے تمام شاگرد، مریدین و متعلقین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ ہر قسم کا بھرپور تعاون فرمائیں کہ یہ جماعت ہمارے بزرگوں کی قائم کردہ ہے۔ میری سب کو یہ نصیحت اور حکم ہے۔“

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ کا یہ ارشاد ایک اعزاز سے کم نہیں۔ تقریباً یہی جملے مولانا عبدالحق خان بشیر نے آپ کے جسد اطہر کے سامنے جنازہ سے قبل بھی ارشاد فرمائے۔ غالباً یہ حضرت شیخ الحدیث کا آخری پیغام ہے جو لاہور کے جلسہ عام میں سنایا گیا۔ مجلس کے خدام اسے اپنے لئے حرز جان سمجھیں۔ فالحمدللہ!

حضرت شیخ الحدیثؒ امت کا مشترکہ سرمایہ تھے۔ ہر جماعت اپنی نسبت حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ قائم کرنے میں اپنی سعادت سمجھتی ہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلک دیوبند کی ہر جماعت کو انہوں نے اپنی شفقتوں سے نوازا۔ جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر بھی رہے۔ غرض جمعیت علماء اسلام کی قیادت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبیداللہ انورؒ، مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت حضرت امیر شریعتؒ، حضرت جالندھریؒ، حضرت قاضی صاحبؒ، حضرت مناظر اسلامؒ سے آپ کا تعلق عشق ومحبت، احترام باہمی اور دوستانہ تھا۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ، حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ سے دینی تعلق اتنا مثالی تھا جو بالآخر رشتہ داری کا روپ دھار گیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کے ورثاء اور نام لیواؤں کو بھی اس تعلق کو نبھانے کی توفیق رفیع فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے رد قادیانیت پر بھی تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ا..... ”عقیدہ ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں“ ۲..... ”توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام“ ۳..... ”چراغ کی روشنی“ آخری رسالہ میں معراج جسمانی کے مسئلہ کو مبرہن کیا۔ جس کا مرزا قادیانی نے صراحتاً انکار کیا اور پھر اس مسئلہ میں ماضی قریب میں مودودی صاحب نے بھی تشکیک کی راہ اپنائی۔ یہ ان کے رد پر مشتمل ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو احتساب قادیانیت کی کسی قریبی جلد میں ان رسائل کو بھی یکجا شائع کرنے کی سعادت نصیب ہوجائے گی۔

حضرت شیخ الحدیثؒ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر جیل کی کوٹھڑیوں کو آباد کیا۔ اس کی تفصیل میں خود آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ نے راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیث) پر جو احسانات اور انعامات کئے ہیں۔ راقم اثیم قطعاً ویقیناً اپنے آپ کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ یہ صرف اور صرف منعم حقیقی کا فضل وکرم ہے کہ حضرات علماء اور طلباء اور خواص وعوام اس ناچیز سے محبت بھی کرتے اور قدردانی بھی کرتے ہیں۔ ڈھول اندر سے تو خالی ہوتا ہے۔ مگر اس کی آواز دور دور تک جاتی ہے۔ یہی حال میرا ہے کہ علم وعمل تقویٰ اور ورع سے اندر خالی ہے اور حقیقت اس کے سوا نہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ راقم اثیم تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے دور میں پہلے گوجرانوالہ جیل میں پھر نیو سنٹرل جیل ملتان میں کمرہ نمبر۱۴ میں مقید رہا۔ ہماری بارک نمبر۲ دو منزلہ تھی اور اس میں چار اضلاع کے قیدی تھے اور سبھی علماء طلباء، تاجر اور پڑھے لکھے لوگ تھے جو دیندار تھے۔ اضلاع یہ تھے ضلع گوجرانوالہ، ضلع سیالکوٹ، ضلع سرگودھا اور ضلع کیمبل پور (فی الحال ضلع اٹک) بحمداللہ تعالیٰ جیل میں بھی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری تھا۔ راقم اثیم قرآن کریم کا ترجمہ، موطا امام مالک، شرح نخبۃ الفکر اور حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ کتابیں پڑھاتا رہا۔ دیگر

حضرات علماء کرام بھی اپنے اپنے ذوق کے اسباق پڑھتے پڑھاتے رہے۔ آخر میں راقم اثیم کمرہ میں اکیلا رہتا تھا۔ کیونکہ باقی ساتھی رہا ہوچکے تھے اور میں قدرے بڑا مجرم تھا۔ تقریباً دس ماہ جیل میں رہا اور ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق کی تردید میں بجواب دو اسلام ''صرف ایک اسلام'' وہاں ملتان جیل ہی میں راقم اثیم نے لکھی تھی۔

خواب نمبر۱: ۱۳۷۲ھ، ۱۹۵۳ء میں تقریباً سحری کا وقت تھا کہ خواب میں مجھ (حضرت شیخ الحدیثؒ) سے کسی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آرہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں آرہے ہیں؟ تو جواب ملا کہ یہاں تمہارے پاس تشریف لائیں گے۔ میں خوش بھی ہوا کہ حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا اور کچھ پریشانی بھی ہوئی کہ میں تو قیدی ہوں۔ حضرت کو بٹھاؤں گا کہاں؟ اور کھلاؤں پلاؤں گا کیا؟ پھر خواب ہی میں یہ خیال آیا کہ راقم کے نیچے جوری، نمدہ اور چادر ہے یہ پاک ہیں۔ ان پر بٹھاؤں گا۔ خواب میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ساتھ ان کا ایک خادم تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سر مبارک ننگا تھا۔ چہرہ اقدس سرخ اور داڑھی مبارک سیاہ تھی۔ لمبا سفید عربی طرز کا کرتا زیب تن تھا، اور نظر نہیں آتا تھا مگر محسوس یہ ہوتا تھا کہ نیچے حضرت نے جانگیہ اور نیکر پہنی ہوئی ہے اور آپ کے خادم کا لباس سفید تھا۔ فٹ کرتا اور قدرے تنگ شلوار اور سر پر سفید اور اوپر کو ابھری ہوئی نوک دار ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔ راقم اثیم نے اپنے بستر پر جو زمین پر بچھا ہوا تھا دونوں بزرگوں کو بٹھلایا۔ نہایت ہی عقیدت مندانہ طریقہ سے علیک سلیک کے بعد راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مؤدبانہ طور پر کہا کہ حضرت! میں قیدی ہوں اور کوئی خدمت نہیں کرسکتا۔ صرف قہوہ پلاسکتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا لاؤ۔ میں خواب ہی میں فوراً تنور پر پہنچا جہاں روٹیاں پکتی تھیں۔ میں نے اس تنور پر گھڑا رکھا اور اس میں پانی چائے کی پتی اور کھانڈ ڈالی اور تنور خوب گرم تھا۔ جلدی ہی میں قہوہ تیار ہوگیا۔ راقم اثیم خوشی خوشی لے کر کمرہ میں پہنچا اور قہوہ دو پیالیوں میں ڈالا اور یوں محسوس ہوا کہ اس میں دودھ بھی پڑا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہوئی اور دونوں بزرگوں نے چائے پی۔ پھر جلدی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم بھی ساتھ اٹھ گیا۔ میں نے التجاء کی کہ حضرت ذرا اور آرام کریں اور ٹھہریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہمیں جلدی جانا ہے۔ پھر انشاء اللہ العزیز جلدی آجائیں گے۔ یہ فرما کر رخصت ہوگئے۔ راقم اثیم اس خواب سے بہت ہی خوش ہوا۔ فجر ہوئی اور ہمارے کمرے کھلے تو راقم اثیم استاذ محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت بھی تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ جیل میں مقید تھے اور ان کے سامنے خواب کیا۔ حضرت نے فرمایا میاں تمہیں معلوم ہے کہ حضرت انبیاء کرام اور فرشتوں کی (جو تمام معصوم ہیں) شکل وصورت میں شیطان نہیں آسکتا۔ واقعی تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو دیکھا ہے اور میاں ہو سکتا ہے کہ تمہاری زندگی ہی میں تشریف لے آئیں۔

استاذ محترم کا راقم اثیم سے بہت گہرا تعلق تھا اور ان کے حکم سے ان کی علمی کتاب تدقیق الکلام کی ترتیب میں راقم اثیم نے خاصا کام کیا ہے۔ حضرت کی قبل از وفات اپنی خواہش اور ان کے جملہ لواحقین اور متعلقین کی قلبی آرزو کے مطابق ۱۹ر جمادی الاول ۱۴۱۱ھ، ۶ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو مؤمن پور علاقہ چھچھ ضلع اٹک میں راقم اثیم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر سنت کے موافق دعاء مانگی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین!

خواب نمبر۲: راقم اثیم (حضرت شیخ الحدیثؒ) نے دوسری مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شلوار پہنے ہوئے تھے اور گھٹنوں سے ذرا نیچے تک قمیص زیب تن تھی اور سر مبارک پر سادہ سا کلہ اوپر پگڑی باندھے ہوئے تھے اور کوٹ میں جو گھٹنوں سے نیچے تھا ملبوس تھے اور بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ راقم اثیم کو پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جارہے ہیں تو راقم بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور سلام عرض کیا۔ یوں محسوس ہوا کہ بہت آہستہ سے جواب دیا اور رفتار برقرار رکھی۔ راقم بھی ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد زور زور کی بارش شروع ہوگئی۔ حضرت اس بارش میں بیٹھ گئے اور اوپر ایک سفید رنگ کی چادر تان لی۔ کافی دیر تک مغموم اور پریشان حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر بارش میں ہی اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے اور پھر نظر نہ آئے۔ اس خواب کے چند دنوں بعد مہاجرین فلسطین کے دو کیمپوں صابرہ اور شتیلا کا واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے تقریباً بتیس ہزار مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور مریضوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اس واقعہ کے پیش آنے کے بعد راقم اثیم خواب کی تعبیر سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شدید بارش میں چادر اوڑھ کر بیٹھنا اور پریشان ہونا اس کی طرف اشارہ تھا کہ تقریباً ستر لاکھ ظالم یہودیوں کے ہاتھوں تقریباً تیرہ کروڑ کی آس پاس کی مسلمان حکومتوں کی موجودگی میں جنہوں نے بے غیرتی کا مظاہرہ کیا اور مصلحت کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور مظلوم مسلمانوں پر بارش کی طرح گولیوں کی بوچھاڑ ہورہی ہے۔

ان دو خوابوں میں راقم اثیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ خاصا عرصہ ہوا کہ راقم اثیم نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام پر ایک مسودہ کی کچھ ترتیب بھی دی تھی۔ گو وہ مسودہ مکمل تو

نہ تھا مگر خاصا علمی مواد اس میں جمع تھا۔ اس کی خاصی تلاش کی مگر مسودات کے جنگلات میں بسیار تلاش کے بعد بھی ناکامی ہوئی۔ اس مد کے کچھ حوالے مختلف شذرات پر ملے اور کچھ مزید حوالے جمع کر کے ان کو اس صورت میں حضرات قارئین کی خدمت میں یہ توضیح المرام پیش کی جارہی ہے۔ علمی، استدلالی اور حوالوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے والے حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا جائے گا اور اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز!

اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ دعاء ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے توحید وسنت پر قائم رہنے کی توفیق بخشے اور شرک وبدعت اور بری رسموں سے بچائے اور راقم اثیم کا اور ہر مسلمان کا خاتمہ بالایمان کرے۔ آمین ثم آمین!

(العبد العاجز، ابوالزاہد محمد سرفراز،
یکم محرم الحرام ۱۴۱۷ھ، ۱۹ مئی ۱۹۹۶ء)

آپ کی تصنیف توضیح المرام ص ۱۲ تا ۱۵ کے پیش لفظ کا یہ اقتباس آپ نے پڑھا۔ اس میں بہت کچھ ہونے کے باوجود، یہ عاجزی وانکساری ان کے اخلاص وورع کی دلیل ہے۔ حالانکہ آپ اپنے زمانہ کے نامور محدث، امام اہل سنت اور متکلم اسلام تھے۔ آپ نے جامعہ نصرۃ العلوم میں نصف صدی تک قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ اخلاص کا پیکر تھے۔ ان کو دیکھ کر اکابر وصلحاء کے زہد وتقویٰ کا نمونہ دیکھنے کو مل جاتا تھا۔ آپ پنجاب کے معروف نقشبندی پیر طریقت مولانا حسین علیؒ کے شاگرد وخلیفہ مجاز تھے۔

آپ نے تحریک ختم نبوت کی طرح تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی گرفتاری پیش کی۔ غرض آپ کی زندگی جہد مسلسل کی زندگی تھی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین متین کی ترویج کے لئے وقف رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان بلند درجات نصیب فرمائے۔ مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالحق خان بشیر، مولانا عبدالقدوس قارن، قاری حماد الزہراوی، قاری راشد خان اور دیگر تمام متعلقین سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اظہار تعزیت ودلی ہمدردی کے ساتھ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

تکملہ

یاد آیا کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کے اضافہ کے لئے تحریک جاری تھی۔ اس موقع پر حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر آپ کو گجرات لائے۔ مولانا حمید اللہ خان، راقم کو ملانے کے لئے مولانا راشدی ان کے پاس لے گئے تو آپ نے پوچھا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت میں ہمارے دوست مولانا عبدالرحیم اشعر کا کیا حال ہے؟ فقیر نے عرض کیا کہ وہ تو انتقال فرماگئے۔ آپ نے انا للّٰہ پڑھا اور پھر اجتماعی دعائے مغفرت کرائی۔ آپ کا حافظہ دیکھ کر محدثین کے حافظہ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ اللّٰھم احشرنا معھم۔ آمین!

☆☆……☆☆

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ملفوظات

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ تھوڑا سا عمل جس پر تو مداومت کرلے اس بہت عمل سے اچھا ہے، جس سے ملول ہوکر تو اسے چھوڑ بیٹھے۔

☆…… کلام کی آفت طوالت اور کام کی آفت فراغت ہے۔

☆…… حسن ظاہری پر فریفتہ نہ ہو کیونکہ اس کی اصل سراسر غلاظت کی پوٹ ہے۔

☆…… عورت کا باریک کپڑا پہننا اس کے ننگی ہونے کے حکم میں ہے، ندامت بھی توبہ کی دوسری قسم ہے۔

☆…… اسلام غریبوں میں ہی ظاہر ہوا اور عنقریب غریبوں میں ہی رہ جائے گا۔

☆…… مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، اگر دونوں پہیے ایک طرف لگادیے جائیں تو گاڑی کا چلنا ناممکن ہے، یعنی اگر عورتیں مردوں کے کام کرنے لگ جائیں تو انتظام خانہ داری میں خلل عظیم واقع ہو۔

☆…… جب مومن پر ہیبت الٰہی جم جاتی ہے تو اس کی عبادت واطاعت کو دوام ہوجاتا ہے۔

☆…… تورات کا ماحصل یہ ہے کہ جو کوئی راضی ہوا اللہ تعالیٰ کے دیے پر آرام پایا اس نے دنیا وآخرت میں۔

☆…… زبور کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے کنارہ کشی کی آدمیوں سے، اس نے نجات پائی دنیا وآخرت میں۔

☆…… انجیل کا ماحصل یہ ہے کہ جس نے دبایا خواہشوں کو، عزت پائی اس نے دنیا وآخرت میں۔

☆…… قرآن شریف کا ماحصل یہ ہے کہ مطیع خالق وشفیق مخلوق ہوکر جس نے زبان کی نگرانی کی وہ سلامت رہا دنیا وآخرت میں۔

☆…… اگر نماز جماعت کا حکم نہ ہوتا تو میں مرنے تک اپنے دروازے سے بھی باہر نہ نکلتا۔

(مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی، کراچی)

گلوبلائزیشن پرمغرب کی اجارہ داری

دورِ جدید کا خطرناک مسئلہ

مولانا محمد اسرارالحق قاسمی

’’انٹرنیٹ‘‘ کو عصرِ حاضر میں بہت بڑی کامیابی کے حصول کا ذریعہ خیال کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ عالمی سطح پر روابط کے امکانات وسیع ہوئے ہیں، اگر چہ موجودہ دور کے دیگر آلات نے بھی کمیونیکیشن یعنی رابطۂ عامہ کے دائرہ کو وسیع تر کرنے میں خاصا رول نبھایا ہے تاہم اس میدان میں جو کردار انٹرنیٹ نے ادا کیا ہے دیگر آلات و وسائل نے اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کیا۔ موبائل ٹیلیفون کا استعمال اگر چہ آئے دن بڑھتا جارہا ہے اور اب نہ صرف بڑے شہروں میں بلکہ چھوٹے قصبوں حتیٰ کہ گاؤں میں اس کا رواج عام ہوگیا ہے مگر اس کے باوجود عام طور سے موبائل صارفین اس کے ذریعہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں وغیرہ سے روابط رکھتے ہیں لیکن ایسا انٹرنیٹ صارفین کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا۔ انٹرنیٹ استعمال کرنے والے آسانی سے دنیا کے کسی بھی گوشہ میں بسنے والے ان افراد سے بات چیت کرسکتے ہیں اور ایک دوسرے کے خیالات جان سکتے ہیں جو انٹرنیٹ پر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اس کے علاوہ جو چیزیں بھی انٹرنیٹ سے جڑی ہوئی ہیں، ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ان کے لئے آسان تر ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ انٹرنیٹ کے آجانے کے بعد یہ مثال زبان زد عام ہوتی جارہی ہے کہ دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے، انٹرنیٹ سے مرعوب ہوکر ابتداً اسے انسانی کامیابی کا بہت بڑا ذریعہ خیال کیا گیا، لیکن اب انٹرنیٹ کے تعلق سے جو تکلیف دہ خبریں منظر عام پر آرہی ہیں، انہوں نے یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ انٹرنیٹ انسان کی کامیابی کا ذریعہ کم اور تباہی کا ذریعہ زیادہ ثابت ہورہا ہے، چنانچہ اب اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہونے لگی ہے کہ انٹرنیٹ کے استعمال کو محدود کیا جائے، جیسا کہ حال ہی میں ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت نے انٹرنیٹ پر رائے دینے کے معاملہ میں ایک ایسا فیصلہ دیا ہے جس کے سبب انٹرنیٹ کے ذریعہ اپنی رائے کا کھلے عام اظہار کرنے والوں کے لئے مشکل کھڑی ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ انٹرنیٹ پر نت نئے قسم کے جرائم کی تعداد بھی آئے دن بڑھتی جارہی ہے، چنانچہ اب سائبر کرائم پر روک لگانے کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔

انٹرنیٹ نے گلوبلائزیشن (اپنے افکار و نظریات کو عالمگیر پیمانے پر پھیلانے) کو کامیاب بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے، جس کو دنیا بھر میں مثبت نظر سے دیکھا گیا، لیکن عہد جدید میں گلوبلائزیشن جس شکل میں ظاہر ہورہا ہے، اس نے نہ صرف بہت سے عالمی مسائل کو جنم دیا ہے، بلکہ بے شمار پیچیدہ علاقائی مسائل بھی پیدا کئے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ دنیا کے بہت سے لوگ گلوبلائزیشن کو انسانی ترقی کا بہت بڑا باب خیال کررہے ہیں لیکن جس شکل میں گلوبلائزیشن سامنے آرہا ہے، دنیا کے حالات پر گہری نظر رکھنے والے افراد اسے انسانوں کی تباہی کا پیش خیمہ سمجھ رہے ہیں، گلوبلائزیشن کے انسانیت کے حق میں نقصان دہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ گلوبلائزیشن پر مغربی اقوام و ممالک کا گہرا اثر ہے، اس لئے اس کے ذریعہ دنیا بھر میں مغربی اقوام کے خیالات کی بڑے پیمانہ پر تشہیر ہورہی ہے اور ان کی تہذیب و تمدن کو اختیار کیا جارہا ہے، علاقائی تہذیبیں و زبانیں دم توڑ رہی ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق کئی ہزار زبانیں ختم ہونے کی کگار پر ہیں، جب کہ زبانیں قوموں کی زندگی میں قیمتی اثاثہ کی حیثیت رکھتی ہیں، چونکہ گلوبلائزیشن پر اثر رکھنے والی قوموں کی زبان انگریزی، فرنچ اور جاپانی وغیرہ ہے، اس لئے دور دراز کے علاقوں میں بھی انگریزی اور فرنچ کو مقبولیت حاصل ہورہی ہے۔ ایشیائی ممالک جہاں کی اپنی اپنی زبانیں ہیں، وہاں انگریزی، جاپانی اور فرنچ کو سیکھنے کا رواج آئے دن بڑھتا جارہا ہے جب کہ اپنی مادری زبانوں پر توجہ دینے کا چلن کم ہورہا ہے، یہی صورت حال تہذیبوں اور معاشروں کی بھی ہے، گلوبلائزیشن کی وجہ سے شہری تہذیبیں تو گویا دم توڑ رہی گئی ہیں اور وہاں بڑی تیزی کے ساتھ مغربی تہذیب نمودار ہورہی ہے، اب سے چند دہائیوں قبل مختلف ریاستوں اور مختلف شہروں کی اپنی تہذیب ہوا کرتی تھی جن کی بنیاد پر ان شہروں کی شناخت بھی تھی مگر اب ایسا نہیں ہے، بات صرف بڑے شہروں کی نہیں بلکہ اب چھوٹے شہروں و قصبوں کا تمدن بھی تبدیل ہورہا ہے، حیران کن امر یہ ہے کہ تہذیبی و سماجی سطح پر ان تغیرات یا مغربی قوموں کے اثرات کو بہت سے لوگ ترقی کے آئینہ میں دیکھ رہے

ہیں مگر یہ درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دفعتاً علاقائی تہذیبوں کے مغربی تہذیب کے زیر اثر آ جانے کی وجہ بے شمار مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور انسانی زندگی الجھتی جارہی ہے، تفکرات کا گراف بڑھ رہا ہے، دماغی امراض میں اضافہ ہو رہا ہے اور تہہ در تہہ الجھنوں و پریشانیوں کے باعث ہارٹ اٹیک کے واقعات بڑھ رہے ہیں، جو لوگ کسی طرح زندہ ہیں بھی تو ان میں سے اکثر کی زندگیاں پیچیدہ عائلی، سماجی، تہذیبی اور کاروباری مسائل کے باعث مثل جہنم بنی ہوئی ہیں۔

چھوٹی یا کمزور ممالک کے لئے بھی گلوبلائزیشن کسی خطرناک مسئلہ سے کم نہیں ثابت ہو رہا ہے، وہ ممالک جو گلوبلائزیشن پر اپنا اثر رکھتے ہیں وہ چھوٹے و کمزور ممالک کو یرغمال بنا رہے ہیں اور ان کا کسی نہ کسی طرح سے استحصال کر رہے ہیں، گویا کہ گلوبلائزیشن کو بعض ممالک و اقوام اپنی بالادستی کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہی ہیں، انسانی زندگی کے جن جن شعبوں میں گلوبلائزیشن کے اثرات زیادہ ہیں ان میں انسانوں کی زیادہ تر تعداد خطرناک مسائل سے دوچار ہو رہی ہے، مثال کے طور پر صنعتی شعبہ کو لے لیجئے جس میں گلوبلائزیشن کے زیادہ اثرات نظر آتے ہیں۔ اس کے بارے میں جان روب اور ٹوم چوکی جیسے مفکرین کا کہنا ہے:

> ''گلوبلائزیشن سے بلاشبہ کسی ملک کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن چونکہ دولت منصفانہ طور پر تقسیم نہیں ہوتی، اس لئے عدم مساوات پیدا کرتی ہے، گلوبلائزیشن کے نتیجہ میں آنے والی ملٹی نیشنل کمپنیوں میں سرمایہ اور خوشحالی کا فائدہ صرف اس چھوٹی سی اقلیت کو ہوتا ہے جو پیشہ وارانہ مہارتیں رکھتی ہے، چونکہ اس عمل کے نتیجہ میں معیشت کے روایتی ذرائع یعنی زراعت، چھوٹی تجارت، گھریلو صنعتیں وغیرہ متاثر ہوتی ہیں، اس لئے آبادی کا بڑا حصہ غریب اور کمزور طبقات شدید نقصانات اٹھاتے ہیں، وہیں معیشت تباہ ہوجاتی ہے چند لوگوں کی خوشحالی کے لئے عوام کی اکثریت کو بھاری قربانی دینی پڑتی ہے۔''

اگر گلوبلائزیشن پر مغربی اقوام کے اجارہ داری اور مادیت غالب نہ ہوتی اور اس پر اخلاق و اقدار اور روحانیت کا اثر ہوتا تو دنیا بھر میں اس کے بہترین اثرات نمودار ہوتے، مگر چونکہ گلوبلائزیشن پر مغربی اقوام اور مادی ذہن رکھنے والوں کی اجارہ داری ہے، اس لئے اس کے اثرات علاقائی و بین الاقوامی سطح پر خطرناک صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں، غور کیجئے کہ گلوبلائزیشن کا تقاضا تو یہ تھا کہ لوگ ایک دوسرے کے بہت زیادہ نزدیک آ جاتے اور نہ صرف اپنے بلکہ پرائے بھی ایک دوسرے سے قربت محسوس کرتے، مگر معاملہ اس کے برعکس ہوا، اجنبی لوگ تو ایک دوسرے سے دور ہیں ہی مگر اب اپنے بھی ایک دوسرے سے دور ہوگئے ہیں، خاندان منتشر ہوگئے، ماں باپ اور اولاد کے درمیان فاصلے ہوگئے، ماں باپ اگر گاؤں میں ہیں تو بیٹے سینکڑوں ہزاروں کلومیٹر دور کسی دوسرے ملک یا شہر میں آباد ہیں کہ ایک دوسرے کی شکل وصورت بھی نہیں دیکھ سکتے، ایسے ہی بھائیوں و دیگر رشتہ داروں کے مابین فاصلوں میں اضافہ ہوا ہے، گلوبلائزیشن کے سہارے علاقائی معاشروں میں دبے پاؤں داخل ہونے والی مغربی تہذیب نے معاشرتی سطح پر انسانی زندگی کو مفلوج بنا کر رکھ دیا ہے، بے حیائی، فحاشی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ قابو پانا مشکل ہو رہا ہے، ایسے حالات میں دو باتیں ضروری ہیں یا تو گلوبلائزیشن سے متاثر نہ ہوا جائے یا گلوبلائزیشن کی موجودہ شکل کو تبدیل کیا جائے اور اس کا رخ اخلاق، اقدار اور انسانی تقاضوں کی طرف موڑا جائے، خاص طور سے مسلمانوں کو گلوبلائزیشن کی موجودہ شکل سے اپنے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ گلوبلائزیشن کی وجہ سے معاشرتی سطح پر جو اخلاقی گراوٹ آرہی ہے اسلام میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

☆☆......☆☆

بھول گئے ہم!

لازم تھی ہمیں جس سے وفا بھول گئے ہم
دنیا کی پرستش میں خدا بھول گئے ہم

اسلاف کے کردار سے واقف نہیں کوئی
جس راہ پہ چلنا تھا وہ راہ بھول گئے ہم

موسیقی و نغمات کے عادی ہوئے ایسے
قرآں کی تلاوت کا مزہ بھول گئے ہم

مسلم ہے مسلمان کے ہاتھوں سے پریشاں
کیوں اپنے پرائے کی انا بھول گئے ہم

تہذیب فرنگی نے عجب خواب دکھائے
مغرب کی طرح شرم و حیا، بھول گئے ہم

دن رات گزرتے ہیں گناہوں میں ہمارے
ادھر کی عشرت میں فنا بھول گئے ہم

آنکھوں میں حکیم اپنی نمایاں ہے ندامت
جب ہاتھ اٹھائے تو دعا بھول گئے ہم

مرسلہ محمد صہیب اعجاز، کراچی

دینی تعلیم وتربیت اور سرپرستوں کی ذمہ داری

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ

''یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللّٰہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون۔'' (التحریم:۶)

''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقربین جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔''

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی ہے، جو اس سے پہلے بارہا آپ کے سامنے پڑھی گئی ہوگی اور قرآن کریم کی تلاوت میں آپ کی نظر سے گزری ہوگی، لیکن ضروری نہیں ہے کہ جو چیز بار بار نظر کے سامنے آئے، اس پر آدمی غور بھی کرے، آپ سڑکوں پر سے گزرتے ہیں، سائن بورڈ برسوں سے لگے ہوئے ہیں، آپ کی نظر بھی پڑتی ہے، لیکن آپ خود سوچئے کہ آپ نے کتنی بار غور سے پڑھا اور آپ کو یاد رہا، اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ جس سڑک سے گزر کر آتے ہیں، اس میں اہم اہم سائن بورڈ کس چیز کے ہیں تو کم لوگ بتاسکیں گے۔

آیت بڑی چونکا دینے والی ہے اور ایسی ہے کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہو کہ بار بار جو چیز سامنے ہوتی ہے اس پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے، وہ روزمرہ کی چیزوں میں سے بھی جانے لگتی ہے تو میں عرض کرتا اور اصرار کرتا کہ یہ آیت جلی حروف سے لکھوا کر دیواروں پر لگوادی جائے، مسجدوں میں بھی آویزاں کردی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یاایھا الذین آمنوا... اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے ہو، یہ ''آمنوا'' ماضی کا صیغہ ہے، ہر لفظ پر غور کیجئے، قرآن مجید کا کوئی لفظ اتفاقی یا بھرتی کا نہیں ہوتا، یہ کوئی شاعری نہیں ''ایھا المؤمنون'' کہا جاسکتا تھا، ''ایھا المسلمون'' کہا جاسکتا تھا، اے مسلمانو! اے جماعت مومنین! لیکن فرمایا: ''یاایھا الذین آمنوا'' اے وہ لوگو جو خود ایمان لاچکے ہو: ''قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ''... بچاؤ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے متعلقین کو، اپنے ماتحتوں کو آگ سے جس کا ایندھن ہے آدمی اور پتھر... اس آیت کے مخاطب مسلمان تھے، وہ صحابہ کرام تھے، جو قرآن مجید کے نزول کے وقت موجود تھے، وہ اولین مخاطب تھے، یوں قیامت تک کی تمام مسلمان نسلیں اور جو بھی پیدا ہو اور اپنے کو مسلمان کہے وہ سب مخاطب ہیں، لیکن پہلے مخاطب اس کے وہ لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لاچکے تھے، آپؐ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تھا، جن کو شرف صحابیت حاصل تھا اور اس میں یقیناً وہ لوگ بھی تھے جو بیعتِ رضوان میں شریک رہے ہوں گے، جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے جان دینے پر بیعت کی تھی اور جن کے متعلق ارشاد ہے:

''لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً.'' (الفتح:۱۸)

ترجمہ: ''(اے پیغمبر) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا، وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔''

جن کو یہ انعام ملا تھا اور جن کو قیامت تک کے لئے سند دی گئی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا ایسے سند یافتہ اور بلند مرتبہ لوگ بھی اس آیت کے مخاطب ہیں جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے اور عشرہ مبشرہ بھی اس میں یقیناً شامل ہیں اور کبار صحابہ بھی اس میں شامل ہیں اور بدر اور احد کے ''زندہ شہید'' بھی مخاطب ہیں۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر اپنے لڑکوں کو اپنے گھر والوں کو آگ میں جھونکتا ہے، آگ میں گھسنے دیتا ہے؟ اس کا کیا مطلب کہ اللہ کہتا ہے کہ اے وہ لوگو! جو خود ایمان لاچکے ہو، اب تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو بچاؤ،

اپنے گھر والوں کو بچاؤ، دوزخ کی آگ سے، کیا کوئی واقعہ آپ نے سیرت میں ایسا پڑھا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے (معاذ اللہ) ارادہ کیا تھا کہ اپنے بچوں کو آگ کے حوالہ کردیں، یا بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے اور صحابہ کرامؓ اور اس وقت کے مسلمان خاموش بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور اس صورت حال پر راضی تھے، کیا ایسا کوئی واقعہ آپ کی نظر سے گزرا ہے؟ تو کیا بے ضرورت یہ بات کہی گئی ہے کہ: اے وہ لوگو! جو خود ایمان لاچکے ہو، تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، یہ کون سی آگ تھی؟ اور کب یہ واقعہ پیش آیا تھا؟ یا پیش آنے والا تھا کہ مسلمانوں کے گھروں کے بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے اور ماں باپ سو رہے تھے، فکر نہیں کررہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت وحی نازل کی، سب چونک گئے اور سب اپنے بچوں کی فکر میں لگ گئے کہ آگ میں چھلانگ نہ لگائیں، پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے؟

کیا اس آیت کا مطلب اس کے سوا اور کچھ ہوسکتا ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنے گھر والوں کو ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک لے جانے والی ہیں، جن کا انجام یہ ہونے والا ہے کہ دوزخ میں جائیں، ورنہ وہ کون سے انسان ہیں جو اپنے بچوں کو آگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھیں اور ان کو روک نہ لیں؟ خطرہ صرف اس بات کا ہے کہ آدمی یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے نتیجہ میں جلنا ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ایسے اسباب سے بچاؤ جو دوزخ کی آگ تک پہنچانے والے ہیں، اس کو فقہ کی زبان میں ''اسباب مؤدیہ'' کہتے ہیں، یعنی وہ اسباب جو کسی نتیجہ تک پہنچانے والے ہوں، فقہاء کے نزدیک وہ بھی نتائج کے حکم میں داخل ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایسی دوا دے رہا ہے جس کے نتیجہ میں موت ہوتی ہے، چاہے وہ دیر سے ہو، یہ عمل قتل ہی کے مترادف ہے، اس لئے کہ اس نے وہ سبب اختیار کیا جس کے نتیجہ میں موت کا آنا یقینی ہے تو قانون بھی اس کو قاتل کہے گا، حکیم صاحبان ڈاکٹر صاحبان بھی اس کو قاتل ہی سمجھیں گے، یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک پہنچا دینے والی ہیں۔

اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ صورت حال اس وقت یہی ہے، بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا، بچوں کو اس ماحول کے بالکل حوالہ کردینا اور ان کو اس کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا جو اس بات کا نہ مکلف ہے، نہ اس بات کا مدعی، نہ اس بات کا اہل کہ وہ بچوں کو وہ تعلیم دے گا جس پر نجات موقوف ہے، پیغمبروں کی لائی ہوئی وہ تعلیم جس سے ناواقفیت کے نتیجہ میں ایمان کا خطرہ ہے، آخرت کی ہلاکت ہے، تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بات کو بچے کے لئے کیسے گوارا کیا جارہا ہے؟ موجودہ تعلیمی نظام صرف لادینی نہیں، وہ ایک مثبت ومعین نظام تعلیم ہے، ہندو دیو مالا اس میں شامل ہے، انگریزوں کے زمانہ میں تعلیم سیکولر تھی، بلی، کتے کے قصے ہوتے تھے اور ہم میں سے بہت سے لوگوں نے انگریزوں کے عہد حکومت میں انگریزی پڑھی ہے، اس وقت زبان سکھانے والی ابتدائی کتابوں سے نہ کسی کے عقیدہ پر اثر پڑتا تھا، نہ کسی مخلوق کا تقدس پیدا ہوتا تھا اور نہ اس کائنات میں کسی مخلوق کا تصرف واختیار معلوم ہوتا تھا، اس وقت بھیڑیے، چیتے، بندر اور لومڑی اور بلی، کتے کے قصے بچے پڑھتے تھے، ویسے ہی گھر آتے تھے جیسے جاتے تھے لیکن اب صورت حال یہ نہیں ہے، سرکاری نصابی کتابوں میں عقیدہ پر اثر ڈالنے والے اسباق، قصے، کہانیاں اور مضامین ہوتے ہیں اور جو کسر کتابوں میں رہ جاتی ہے وہ ماسٹر صاحبان پوری کرتے ہیں، بچوں کو کچھ اجتماعی کام ایسے کرنے پڑتے ہیں، جو اسلام کے عقیدہ توحید کے منافی ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ڈھلوان راستہ ہو، جس پر پاؤں بھی نہ جمتے ہوں اس پر کوئی بچہ سائیکل پر بیٹھا ہوا جارہا ہو آگے کھائی ہو، سائیکل کا بریک بھی ٹھیک کام نہ کرتا ہو، باپ دیکھ رہا ہے کہ بچہ سائیکل پر بیٹھا ہے اور اس سے بھی واقف ہے کہ بریک نہیں ہے، اس سے بھی واقف ہے کہ کوئی اور ترکیب نہیں کہ وہ سائیکل پر جاتے ہوئے کھائی سے بچ سکے گا تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس باپ نے جانتے بوجھتے اپنے بچے کو کھائی میں گرنے دیا، کیا کوئی صاحب اس سے انکار کرسکتے ہیں؟

اگر اس سے انکار نہیں کرسکتے تو اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ موجودہ نظام تعلیم سے بچے کا ایمان کیسے سلامت رہے گا، اگر خارجی واضافی دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے (جس کو سائیکل میں بریک کا قائم

توجہ فرمائیں

فتنہ قادیانیت اور دیگر باطل فتنوں سے باخبر رہنے کے لئے ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کا مطالعہ کیجئے۔

اس کے خریدار بنیئے اور دیگر دوست واحباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' میں اشتہار دے کر جہاں آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں گے، وہاں آپ اس کار خیر میں شریک ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیرینہ محبت وتعلق کی بناء پر قیامت کے دن باعث شفاعت کا ذریعہ بھی بنیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

مقام کہا جاسکتا ہے) جس میں تحفظ کا انتظام ہے کہ اسکول میں بچہ جو کچھ پڑھ کر آتا ہے، اس کی اصلاح کی جاتی ہے اور اگر اس کو کوئی ایمانی توحیدی (Dose) دیا جاتا ہے، صباحی یا شبینہ مکتب ہیں، تعلیمی حلقے ہیں، کوئی دینی کتاب سنی جاتی ہے، ماں باپ دین کی تلقین کرتے ہیں، اچھے اچھے شوق انگیز اور دین آموز قصے سناتے ہیں، گھر کا ماحول دینی ہے، تب تو یہ کسی درجہ میں بریک کے قائم مقام ہیں، اور اگر ایسا نہیں تو آپ نے گویا اپنے بچوں کے کان میں کہہ دیا ہے کہ: ''اسکول کی ہر بات مان لینا'' یہ کان میں کہنے ہی کے مترادف ہے کہ آپ نے بچہ کا نام کسی اسکول میں لکھایا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں کیا، گویا آپ نے اپنے بچہ کو ایک طرح کی ترغیب دی ہے کہ وہ ہر غیر اسلامی بات مانتا چلا جائے، اب اگر وہ مانتا چلا گیا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں ہے نہ اردو جانتا ہے کہ دینی کتابیں پڑھ سکے، نہ محلہ میں کسی مکتب کا انتظام ہے تو آپ بتایئے کہ کیا آپ ''قوا انفسکم و اھلیکم نارا'' کے مخاطب نہیں ہیں؟

لکھنؤ کے ایک زنانہ جلسہ میں خواتین کی بڑی تعداد تھی، میں نے کہا ایک ماں کا قصہ آپ کو سناتا ہوں، ایک تعلیم یافتہ خاتون ایک دعوت میں شریک تھیں، بیبیوں نے دیکھا کہ وہ کچھ بے چین اور متفکر سی ہیں، باتوں میں ان کا دل نہیں لگ رہا ہے، ان کی عزیز بیبیاں اور سہیلیاں سب جیتی دلچسپی کی باتیں کررہی ہیں، بہت دن کے بعد وہ اکٹھا ہوئی تھیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان خاتون کا دل و دماغ کہیں اور ہے، وہ کہیں اور دیکھ رہی ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ بہن کیا بات ہے؟ طبیعت کچھ خراب ہے؟ کوئی اندرونی تکلیف ہے؟ بہت پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں، میں گھر ماچس کی ڈبیا چھپانا بھول گئی، بچہ وہاں ہے، مجھے یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ کہیں وہ اس میں سے تیلی نکال لے اور مسالہ سے رگڑ کر اپنے کپڑوں میں آگ لگالے، بیبیوں نے پوچھا اللہ رکھے بچہ کی کیا عمر ہے؟ خاتون نے جواب دیا: یہی دو سال کی! خیال کیجئے بچہ ماچس کے بکس کو کھولنا جانتا ہے اور کھولے گا تو الٹی تیلی رگڑے گا یا سیدھی رگڑے گا جدھر مسالہ ہے، مگر:

''عشق است و ہزار بدگمانی''

محبت یہ سب چیزیں پیدا کردیتی ہے، وہ چونکہ ماں ہیں، اللہ نے مامتا دی ہے، محبت دی ہے بچہ کی، اس لئے وہ باتیں جو بہت بعید از قیاس ہیں اور کہیں برسوں میں ہوتی ہیں، سب ان کے سامنے نقشہ کی طرح ہیں، بچہ کھیلتے کھیلتے وہاں پہنچا، ماچس کی ڈبیا اٹھائی اس کو کھولا اس نے کبھی دیکھا تھا، اپنی بڑی بہن کو یا بھائی کو کس طرح اس سے کام لیا جاتا ہے، اس نے اس کی نقل کی اور اپنے کپڑوں میں آگ لگالی، جب گھر گئے تو معلوم ہوا کہ (خدانخواستہ) یہ واقعہ پیش آیا، اتنے دور کے احتمالات کی وجہ سے وہ بی بی وہاں اس طرح بے چین نظر آتی تھیں کہ جیسے کوئی آدمی دہکتے ہوئے گرم پتھر پر کھڑا ہو یا کوئی کانٹوں پر بیٹھا ہوا ہو۔

کیا دین کے منافی ماحول میں دین و ایمان سے محروم ہوجانے کے احتمالات، جانی خطرات کے احتمالات سے زیادہ قوی نہیں ہیں؟ جو اس چاہنے والی ماں کے دل میں پیدا ہوئے؟ ہمارے بچے جو پڑھ رہے ہیں، جن کو آپ نے ایک دن نہیں بتایا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے کوئی انتظام اپنے شہر یا محلہ میں دینی مکاتب کا نہیں کیا، جہاں بچے پڑھ کر پھر اسکولوں میں جاتے اور اپنا ایمان بچانے کے قابل ہوجاتے، نہ گھروں میں وہ ماحول، نہ محلّہ اور بستی میں یہ فضا، اسکولوں کو میں کیا کہوں، میں عربی مدارس کا آدمی ہوں، وہاں یہ حالت ہے کہ اب جو بچے آرہے ہیں وہ بھی ایسی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں، جن کا ہمارے بچپن میں خیال بھی نہ ہوسکتا تھا کہ کوئی مسلمان بچہ ان سے ناواقف ہوگا۔

اس صورت حال کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نسل کی نسل دین سے بالکل ناآشنا ہوگی اردو پڑھ نہیں سکے گی، آج یہ حالت ہورہی ہے کہ ایک بڑے طبیہ کالج کے جس کی ایک تاریخ ہے، ایک طالب علم سے کوئی مضمون لکھوانا تھا یا خط لکھوانا تھا، تو سوچا کہ یہ صاحب تو طب کی کتابیں پڑھتے ہیں جو عام طور پر عربی، فارسی میں ہیں، بہت نیچے اترے تو اردو میں ہیں، ان سے کہا آپ لکھئے، وہ لکھتے رہے، لوگ سمجھتے رہے کہ لکھ لیا، دیکھا تو وہ ہندی میں تھا، ان سے کہا گیا کہ آپ یونانی طب پڑھتے ہیں اور اردو نہیں لکھ سکتے؟ انہوں نے کہا ہمیں تو یہی پڑھایا گیا ہے، تو ایک ایسی نسل کے تیار ہونے کا محض اندیشہ نہیں، مشاہدہ میں آرہا ہے، دین کی بنیادی چیزوں سے ناواقف، بنیادی عقائد سے ناواقف، اللہ و رسول کا ہمارے دل و دماغ میں جو عقیدہ بسا ہوا ہے، اس سے ناواقف، یہ نسل پیدا ہوگئی ہے اور جوانی کے قریب اب پہنچ رہی ہے شرع ہونے کا زمانہ تو آگیا، آنکھوں سے دیکھا گیا ہے کہ سیرت پر تقریر کرنی ہے، اسلامیہ اسکول

سورۂ فاتحہ اور بخار کا علاج

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص سورۂ فاتحہ کو چالیس بار پانی پر پڑھ کر بخار والے کے چہرہ پر چھڑکے تو اللہ تعالیٰ اسے شفا عنایت فرمادیتے ہیں۔''

مرسلہ: قاضی محمد اسرائیل گڑنگی مانسہرہ

ہے، کالج ہے، جامعہ ہے اور ایک مسلمان نوجوان طالب علم کو کسی نے سیرت کا مضمون دیا، وہ ہندی میں لکھ کر لایا اور اردو میں پڑھا، الفاظ تو اردو اور رسم الخط ہندی اور یہ رسم الخط تو وہ چیز ہے کہ آرنلڈ ٹوائن بی جو اس زمانہ کا بڑا فلسفی مورخ ہے، اس نے لکھا ہے کہ اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط بدل دینا کافی ہے، اس سے اس قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ جائے گی اور پھر جس طرف چاہو لے جاؤ، جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے اس کے کلچر سے ملاتی ہے، وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا، نسل بدل گئی، آج ہندوستان میں یہی ہو رہا ہے، فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، آج سے ساٹھ برس پہلے اکبر مرحوم نے کہا تھا:

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

ایک طویل المعیاد منصوبہ بندی ہے، ذرا دیر لگے گی تیس برس چالیس برس میں خود ایک ایسی نسل تیار ہو جائے گی جس کے نزدیک کفر و ایمان کا فرق توحید و شرک کا فرق، عقائد و مذاہب کا فرق سب بے معنی باتیں ہو جائیں گی، کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔

مسلمان ماں باپ اس ڈر سے کہ ہمارے بچے کا کیریئر خراب ہو جائے گا، اس کی مادری زبان اردو نہیں لکھاتے، اس کی دینیات کی تعلیم کا انتظام نہیں کرتے، بھلا ایمان کے ساتھ یہ بات جمع ہو سکتی ہے؟ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بچہ کی تقدیر میں اسلام نہیں ہے یا یہ خدانخواستہ مسلمان نہیں رہے گا تو دعا کرے کہ اللہ اس کو خیر و عافیت سے اٹھا لے، یہ مسلمان کی شان ہے۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ اور اپنے زمانہ کی ایک بڑی شاعر خاتون ہیں، وہ بڑا دردمند دل رکھتی ہیں، انہوں نے ساری عمر اپنے دو بھائیوں کے مرثیے کہے جو ان کو داغ مفارقت دے گئے تھے، کہا جا سکتا ہے کہ کسی زبان میں عورت کے کہے ہوئے مرثیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ نہیں جو انہوں نے اپنے بھائیوں کی یاد میں یادگار چھوڑا ہے، ان کا پورا دیوان صرف بھائیوں کے مرثیے سے بھرا ہوا ہے، ایسا دردمند دل رکھنے والی خاتون ایک معرکہ جہاد میں اپنے ایک بیٹے کو بلاتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بیٹا جاؤ، تم کو میں نے اسی دن کے لئے پالا تھا جاؤ اللہ کے راستہ میں جان دے دو، پھر دوسرے بیٹے کو بلاتی ہیں، تیسرے بیٹے کو بلاتی ہیں اور جب سب کی شہادت کی خبر آتی ہے تو کہتی ہے: ''الحمدللّٰہ الذی اکرمنی بشھادتھم'' ... اس خدا کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت کے ذریعہ میری عزت بڑھائی ... یہ ایمان کی شان ہے کہ اسلام پر سب کچھ قربان۔

☆☆......☆☆

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

مفتی محمد بن مفتی محمد جمیل خان

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کی بہت سے انمول باتیں کتابوں میں ملتی ہیں، چند یہ ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہم ہر وقت انہیں یاد رکھیں:

☆......ہر کام میں ادب وتہذیب کا خیال رکھو، دین کے دو حصے ادب وتہذیب ہیں۔

☆......متقی آدمی بادشاہ سے زیادہ معزز ہوتا ہے، بادشاہ زبردستی لوگوں کو اپنے پاس جمع کرتا ہے اور متقی آدمی لوگوں سے بھاگتا ہے، لیکن لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

☆......حق پر جمے رہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔

☆......غرور وتکبر یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو ذلیل سمجھے اور یہ خیال کرے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ دوسروں کے پاس نہیں۔

☆......وہ شخص ہرگز عالم نہیں ہے جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور جو دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہو۔

☆......دنیا کے مال پر کبھی غرور نہ کرنا چاہئے۔

☆......ایسا دوست ملنا انتہائی مشکل ہے جو صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔

☆......ایسی چیزوں سے پیٹ بھرو جسے ایک مومن کا پیٹ گوارا کر سکے۔

☆......طالب علم کے لئے پانچ باتیں ضروری ہیں: (۱) اچھی نیت، (۲) استاد کی باتوں کو دھیان سے سننا، (۳) استاد کی باتوں پر غور وفکر کرنا، (۴) استاد کی باتوں کو یاد رکھنا، (۵) استاد کی باتوں کو اچھے لوگوں میں پھیلانا۔

☆......حسن اخلاق یہ ہے کہ آپ لوگوں سے ہنستے ہوئے چہرے سے ملیں اور خدا کے محتاج بندوں پر اپنا مال خرچ کریں اور اپنی ذات سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔

پڑوسی کے آداب

مولانا زین العابدین اعظمی

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں پڑوسی سے متعلق سولہ ابواب منعقد کئے ہیں اور ہر ہر باب میں کئی کئی احادیث لے آئے ہیں، پہلے باب کی دوسری حدیث مع ترجمہ کے لکھی جاتی ہے:

”عن ابی شریح الخزاعی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیحسن الی جارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ، ومن کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا او لیصمت۔“

(ن ص:۲۴۴)

”ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آنجناب علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی سے اچھا برتاؤ کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ بھلی بات بولے یا خاموش رہے۔“

یہ حدیث نہایت صحیح ہے صحیحین اور ترمذی وغیرہ میں بھی موجود ہے، اب غور کرو ایمان صحیح ہونے کے لئے لازم ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے ارشاد فرمودہ احکام پر اس طرح ایمان رکھے کہ آخری دن قیامت آنے کا پورا یقین کرے اور اس دن ہر نیک و بد عمل کا بدلہ ملنے پر یقین کرے بغیر اس کے ایمان صحیح نہیں ہو سکتا، اب اس حدیث پاک میں ایمانی تقاضوں میں سے تین امور کو ذکر کیا گیا ہے۔

جن میں سب سے پہلے اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کو فرمایا، دوسری حدیث میں پڑوسی کے حق کو اور اس کے ساتھ خیر خواہی کرنے کو یہاں تک فرمادیا ہے کہ حضرت جبرئیل جب بھی آئے پڑوسی کے ساتھ خیر خواہی کا حکم دیتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہونے لگا کہ اپنی قرابت داریوں کا جو آخری حق ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد قرابت دار لوگ اس کے چھوڑے ہوئے مالوں میں سے اپنا اپنا حق وراثت پا جاتے ہیں، اسی طرح مجھے گمان ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑوسیوں کو بھی وارث بنانے کا حکم لے آئیں گے، اسی طرح اور بھی بہت تاکید دوسری احادیث میں آئی ہے، ہم اس کو بعد میں بیان کریں گے۔

دوسری چیز جو اس حدیث میں ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا، مہمان کی عزت کرنا یہ بھی ایمان کا تقاضا ہے، بغیر اس کے اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لانا بھی صرف زبانی ہوگا، حقیقی ایمان نہیں ہوگا، دوسری روایتوں میں بھی ہے کہ جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ مہمان کا اکرام کرے اور ایک دن خوراک میں تکلف کرے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں: ”فلیکرم ضیفہ جائزتہ یوم ولیلۃ“ ان الفاظ کا مطلب بعض علمائے حدیث نے تو یہی بتایا ہے کہ ایک دن تک اس کے لئے پر تکلف کھانا تیار کرائے اور بعض دوسرے محدثین نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ گھر پر تو اکرام کرے اور جب وہ رخصت ہو تو ایک دن کا توشہ بھی اس کو دے اور تیسری بات یہ ہے کہ زبان کو لایعنی سے بچائے، اگر کچھ بولے تو صرف بھلی بات بولے، ورنہ خاموش رہے۔ ایک صحابیؓ اپنی زبان کو انگلیوں سے رگڑ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ہلاکتوں میں مجھ کو اسی نے ڈالا ہے۔ مومن کا ایمان ان تینوں باتوں کا متقاضی ہے، جس نے اس پر عمل نہیں کیا اس نے ایمان کا تقاضا پورا نہیں کیا۔

پڑوسیوں کے مزید حقوق

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا بتاؤ: تم زنا کے متعلق کیا جانتے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ زنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حرام فرمایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی پڑوسن سے زنا کرے تو یہ ایک زنا دس عورتوں سے زنا کرنے پر بھاری ہے، پھر پوچھا کہ چوری کے متعلق کیا جانتے ہو؟ صحابہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی حرام ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور اس کے رسول برحق نے اس کو حرام ٹھہرایا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دس گھرانوں سے چوری کرے اس پر

ایک یہی چوری بھاری ہے کہ اپنے پڑوسی کے گھر میں چوری کرلے۔

قریبی پڑوسیوں کا حق

حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں سے ایک روایت یہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه" (الادب المفرد حدیث:۱۰۳) اس کا ترجمہ اوپر گزر چکا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ایک واقعہ ہے کہ: ان کے گھر بکری ذبح ہوگئی تو انہوں نے اپنے غلام سے کہا: "اهدیت لجارنا الیهودی" کیا ہمارے پڑوسی کے پاس کچھ ہدیہ بھیجا جو یہودی ہے، ہمارے پڑوس میں ایک یہودی ہے کیا تم نے اس کے پاس (بکری کے گوشت میں سے) کچھ ہدیہ بھیجا؟ اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، کس کے پاس ہدیہ بھیجا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تمہارے دروازہ سے قریب ہے اس کے پاس۔ (حدیث:۱۰۷،و حدیث اور حدیث ۱۰۸ الادب المفرد)

یہ حدیث الادب المفرد کے علاوہ صحیح بخاری، مسند احمد، مستدرک حاکم تینوں میں موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سب سے قریبی پڑوسی وہ سمجھا جائے گا، جس کا گھر اور جس کا دروازہ قریب تر ہو، پس اس کا حق بھی سب سے زیادہ ہے مگر اتنے سے پڑوس ختم نہیں ہوجاتا بلکہ چالیس گھروں تک درجہ بدرجہ پڑوسی کا اطلاق ہوتا ہے، ملاحظہ ہو:

"عن الحسن، انه سئل عن الجار؟ فقال اربعین دارا امامه واربعین خلفه، واربعین عن یمینه واربعین عن یساره۔"

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے پڑوس کی حد پوچھی گئی؟ تو انہوں نے بتایا: کہ چالیس گھر آگے اور چالیس پیچھے اور چالیس گھر اس کے داہنے اور چالیس اس کے بائیں۔

اب جس کا دروازہ جتنے قریب ہوتا ہی وہ قریبی پڑوسی ہے اب ہدیہ دینے، مزاج پرسی کرنے اور دوسرے سلوک میں اسی قدر رعایت کرنی چاہئے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حسن سلوک میں قریبی کو چھوڑ کر دور والے پڑوسی سے ابتدا نہ کرے، بلکہ پہلے قریب والے سے شروع کرے دور والے سے پہلے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک دور وہ بھی دیکھا کہ جب آدمی کے پاس سونے چاندی کا سکہ ہوتا تو ایک مسلمان اس سکے کا سب سے زیادہ حق دار اپنے مسلمان بھائی کو سمجھتا تھا اور اب یہ دیکھ رہا ہوں کہ روپیہ چاندی سونا مسلمان بھائی سے زیادہ لوگوں کو محبوب ہوگیا ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے کہ قیامت کے دن کتنے ہی پڑوسی اپنے پڑوسی کا دامن پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوں گے کہ: اے میرے پالنے والے! اس شخص نے اپنے گھر کا دروازہ مجھ پر بند کردیا تھا اور میرے ساتھ بھلائی کو روک لیا تھا۔

اپنے کھانے میں سے اپنے پڑوسی کی تواضع کرنا

عبداللہ بن المساور نے کہا کہ میں سن رہا تھا کہ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن الزبیر کو یہ خبر دے رہے تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ سنا کہ وہ شخص صاحب ایمان نہیں جو خود شکم سیر ہوکر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہ جائے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے دوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک مرتبہ تین وصیتیں فرمائیں:

۱:...... حاکم کی بات سننا اور مان جانا خواہ وہ معمولی غلام ہو، جس کے اجزاء جسم بھی ناقص اور کٹے ہوئے ہوں۔

۲:...... جب تم شوربا پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈال دو، پھر دھیان سے اپنے پڑوسی گھروں کو خیال کر اور خاصا شوربا ان کے پاس بھی بھیج۔

۳:...... اور وقت ہوجانے پر نماز پڑھ لو اس کے بعد امام کو اس حال میں پاؤ کہ اس نے (تاوقت) نماز پڑھی تو تم نے اپنی نماز بچالی اور اگر اس نے وقت میں نماز پڑھی تو (اس کے ساتھ نماز پڑھو) تمہارے لئے نفل ہوجائے گی۔

یہ تینیں اجزاء متفرق طور سے حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، اور الادب المفرد میں ایک ساتھ مذکور ہیں، صحیح مسلم اور الادب المفرد میں ایک جزء یوں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! جب تو شوربا پکائے تو شوربے کا پانی زیادہ کردے، پھر اپنے پڑوسیوں کی نگرانی رکھ اور ان کو بھی شوربا بانٹ دے۔

شفاء اور بیماری

(مرسلہ: ق۔م۔اسرائیل گڑگی)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب النصیحۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: "اے رب! مرض اور شفاء کس کی جانب سے ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میری جانب سے، انہوں نے پوچھا پھر اطباء (ڈاکٹر، حکیم) کیا کرتے ہیں؟ ارشاد ہوا: اپنا رزق کھاتے ہیں اور میرے بندوں کا جی خوش کردیتے ہیں، یہاں تک کہ میری جانب سے قبض روح یا شفاء آپہنچتی ہے۔" (نزہۃ المجالس ص:۲۹۶، حصہ دوم)

انجان راہوں کی تلاش میں سرگرداں

مولانا ابوسجاد صدیق احمد سرحدی

بات کافی پُرانی ہے مگر قدم بقدم رہنمائی حاصل کرنے کے حوالے سے ہر وقت اس کی تازگی برقرار رہتی ہے، کوئی تیس سال قبل زمانہ طالب علمی و نوعمری میں شیخنا المکرم استاذ محترم شیخ الحدیث مولانا غلام محمد عباسی رحمہ اللہ (جو ۲۸/ دسمبر ۲۰۰۸ء کو ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوئے) کے ہمراہ چھٹی کے دن مدرسہ دارالخیر گلستان جوہر کے معائنے اور دورے کی ناگہانی ترتیب بنی۔ غالباً یہ ۱۹۸۰ء سے ایک دو سال قبل کی بات ہے، اس وقت ڈرگ کالونی ریلوے اسٹیشن (حالیہ ناتھا خان گوٹھ شاہ فیصل ٹاؤن) سے سرکلر ریلوے بڑے ٹائم ورک کے ساتھ رواں دواں رہتی تھی اور ۲۵ پیسہ کرایہ ہوتا تھا، یہاں سے گاڑی پر بیٹھے اور کوئی دس سے پندرہ منٹ میں کراچی یونیورسٹی اسٹیشن پر ہم اتر گئے، وہاں سے چند قدم کے فاصلے سے ہمیں بس کے ذریعے پہنچنے کا راستہ تو معلوم تھا مگر پیدل شارٹ کٹ کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا تاہم شنیدہ تھا کہ یہاں سے قریب پیدل راستہ موجود ہے، ہم نے حضرت شیخ کو مشورہ دیا کہ پیدل چل نکلتے ہیں، مدرسہ کی عمارت نظروں کے گھیرے میں تھی، پیدل چلتے چلتے صحراء نے ہمیں تھکا دیا، بالآخر ایک بڑی باؤنڈری وال آگئی جس کے سرے وانتہا کا کچھ اتا پتا نہ تھا اور نہ ہی کہیں کوئی شگاف جس سے باہر نکلا جا سکے، حالانکہ مدرسہ کی عمارت اب بالکل نظروں سے قریب تر محسوس ہو رہی تھی، مگر یہ علاقہ ممنوعہ تھا، بالآخر تھک ہار کر واپس اسٹیشن تک آنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا، حضرت شیخنا المکرمؒ نے فرمایا:

"دیکھو! ایک تو سنی سنائی بات پر کبھی بھی سو فیصد یقین واعتماد نہ کیا کرو جب تک خود عملی تجربے سے اس کی تصدیق ویقین تک نہ پہنچو۔ دوسری بات یہ کہ بزرگوں کا قول ہے کہ نئی اور انجان راہوں پر چلنے کے بجائے پرانے، آزمودہ، دیکھے بھالے راستوں پر سفر کرو خواہ یہ طویل ودراز کیوں نہ ہوں۔"

یہ دونوں نصیحتیں میں سمجھتا ہوں پُرلطف، پُرسکون، سہل ترین زندگی گزارنے کے لئے بنیادی حیثیت کی حامل ہیں، آج کے تیز رفتار برقی دور میں بھی اگر انسان اس پُرمغز نصیحت کو حرزِ جان بنا کر زندگی بسر کرنے کی ٹھان لے تو زندگی کی بیشتر صعوبتیں، پریشانیاں، پیچیدگیاں خود ہی اس کی زندگی سے علیحدہ ہو جائیں گی اور بہار آفریں حیات کی برکات سے مالا مال ہو جائے گا۔

اللہ جل وعلیٰ شانہ جو انسان کا خالق ومالک اور انسانی فطرت وخصلت ومزاج سے بخوبی علیم وبصیر ہے، اس ذات نے جہاں اس اشرف المخلوقات کا رتبہ ومقام بیان فرمایا ہے، وہیں انسان کی فطری وجبلی کمزوریوں، نقائص وعیوب سے بھی پردہ کشائی فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

"وخلق الانسان ضعیفا۔"

ترجمہ: "انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔"

اس آیت میں انسان کو بنیادی طور پر اپنے آپ کو کمزور سمجھنے کی خود عادت بنانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ دوسرے مقام پر انسانی نقص وعیوب کو آشکارا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"وخلق الانسان من عجل۔"

ترجمہ: "انسان کو جلد بازی سے تخلیق کیا گیا ہے۔"

یعنی جلد بازی انسان کی بنیادی کمزوری، نقص اور عیب ہے۔ سہولت پسندی، عافیت پسندی، خیر پسندی جیسے جذبات کا خوگر بھی موقع بموقع انسان کو گردانا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ کمزوری، عجلت پسندی اور سہولت وعافیت پسندی کی بنیادی کمزوریوں کا پیکر انسان دنیا کے میدان عمل میں ان کمزوریوں کے ساتھ اپنی فطرت کی تسکین کی خاطر شارٹ کٹ اور غلط راہیں ڈھونڈ نکالنے کی سعی کرتا ہے تو سرگرداں وپریشان رہتا ہے، حقیقی تسکین کی منزل اس سے دور ہوتی جاتی ہے۔ شریعت مطہرہ کے واضح کردہ نشانِ منزل اور راہِ مستقیم سے بھٹک کر دیگر طریقوں اور انجان راہوں سے انسان دیوار سے جا لگتا ہے اور اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا گلا گھونٹنے کے علاوہ اس کے سامنے ہر سو تاریکی چھائی نظر آنے لگتی ہے۔ اسلام اور شریعت مطہرہ

نے صبر، حلم، قناعت، سادگی، ایثار، ہمدردی غرض اخلاقیات کی بے شمار صفات کی صورت میں زندگی کو پُرسکون بنانے کی راہیں اپنانے کی ہدایت کی ہے اور بحیثیت مسلمان اس پر ایمان لانا بنیادی فرائض میں سے ہے کہ حیات طیبہ (قابل رشک زندگی) صرف ایمان اور اعمال صالحہ کی مرہون منت ہے:

”من عمل صالحاً من ذکر
او انثیٰ وھو مؤمن فلنحیینہ حیاۃ
طیبۃ۔“ (القرآن)

آج حرص، بوالہوسی، پُرتعیش زندگی کے چینے اور اپنے قد وقامت سے بڑھ چڑھ کر تعلّی و بڑائی کی منصوبہ سازی نے انسانی زندگی کو اجیرن کر کے رکھ دیا ہے۔ سکون و راحت کی منزل کی راہیں جو صبر حلم، قناعت، سادگی اور ایثار کی شکل و صورت میں متعین کر کے بتلادی گئی تھیں، ان سے ہٹ کر انجان راہوں پر چل نکلنے کی وجہ سے منزل نظروں سے اوجھل اور محرومیاں و ناکامیاں نشان منزل بنتی گئیں۔

اسلام اور شریعت مطہرہ نے ہر شعبۂ زندگی و نظام حیات میں مکمل رہنمائی کے تمام حدود و قیود واضح و نمایاں فرمادیے ہیں مگر ہم گھریلو نظام سے لے کر معاشی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، غرض ہر زاویہ حیات میں الجھنوں، پیچیدگیوں، پریشانیوں اور مایوسیوں میں غرقاب ہاتھ پاؤں مارے جارہے ہیں مگر درست سمت اور سیدھی راہ سے آنکھیں بند کئے اپنے حال پر شرمندہ اور مستقبل سے پریشان بھٹکتے پھر رہے ہیں اور نہ جانے کب تک بھٹکتے پھریں گے اور دنیا کی آنکھوں میں تماشا بنے رہیں گے۔

☆☆☆ ☆☆☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا انتقال ملک وملت کے لئے عظیم سانحہ ہے

کراچی (پ ر) امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کا انتقال ملک وملت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر، جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ جیسی عظیم شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتی ہے اور آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پُر نہ ہوسکے گا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام منعقدہ تعزیتی اجلاس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری مدظلہ نے حضرت والاؒ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آپؒ مانسہرہ کے ایک گاؤں ڈھکی چیڑاں داخلی کڑمنگ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقہ میں حاصل کی اور ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ آپؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے تفسیر قرآن، شیخ القرآن حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں سے پڑھی اور آپ کے خلیفہ مجاز بھی ہوئے، آپ کا شمار عظیم مصنفین اور محققین میں ہوتا تھا، آپ کے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں موجود ہیں۔ آپ نے پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک تدریس فرمائی، آپ حلقۂ دیوبند کے عظیم اسکالر تھے، آپ نے ۹۸ سال کی عمر پائی، گکھڑ منڈی گوجرانوالہ میں آپ کا اپنے گھر میں انتقال ہوا اور آپ کے جنازہ میں ہزاروں علماء کرام، صلحاء امت نے شرکت کی۔ آپ نے پسماندگان میں گیارہ بچے، بچیاں سوگوار چھوڑیں۔ تعزیتی اجلاس سے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے انتقال سے امت مسلمہ عظیم روحانی سرپرست وراہنما سے محروم ہوگئی۔ آپ کا وجود امت مسلمہ کے لئے شجر سایہ دار کی طرح تھا۔ اجلاس سے مولانا قاضی احسان احمد، مفتی عبدالقیوم دین پوری، مفتی حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا محمد طیب لدھیانوی، مولانا محمد انس و دیگر نے خطاب کیا۔ اجلاس میں حضرتؒ کے پسماندگان مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالحق خان بشیر اور دیگر سے اظہار تعزیت کیا گیا اور حضرت والاؒ کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کی گئی۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا گھوٹکی کا تبلیغی دورہ

گھوٹکی (نامہ نگار) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ و مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ضلع گھوٹکی کے تین روزہ دورہ پر تشریف لائے۔ ۲۴/اپریل کو آپ نے جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد عمر فاروقؓ ڈھرکی میں دیا، جس میں آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے عنوان پر تقریباً ایک گھنٹہ خطاب کیا۔

استقبالیہ

جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد آپ کے اعزاز میں حکیم محمد جان نے اپنے دواخانہ پر استقبالیہ دیا، جس میں معززین شہر اور علماء کرام نے شرکت کی اور ڈھرکی میں ختم نبوت کے کام کرنے کا جائزہ لیا گیا اور رفقاء نے عہد کیا کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ استقبالیہ میں مقامی علماء کرام کے علاوہ ضلعی امیر مولانا خالد حسین الحسینی ڈویژنل مبلغ مولانا محمد حسین ناصر سکھر، جناب عطاء المحسن بلوچ نے خصوصی شرکت کی۔

بھرچونڈی شریف میں حاضری

مجاہدین ختم نبوت کا قافلہ حکیم محسن جان کی قیادت میں بھرچونڈی شریف حضرت حافظ محمد صدیق رحمہ اللہ کی مزار پر حاضر ہوا، فاتحہ خوانی اور دعائے رفع درجات کی۔ حضرت حافظ صاحبؒ حضرت میاں غلام محمد دین پوری بانی خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف اور ابدال وقت حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی (جنہوں نے سندھی زبان میں قرآن پاک کا شاندار ترجمہ لکھا) کے شیخ و مرشد تھے، حضرت بھرچونڈیؒ کے مزار پر حاضری کے دوران عجیب و غریب کیفیات وارد ہوئیں، موجودہ سجادہ نشین میاں سائیں عبدالخالق القادری کی ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ سجادہ نشین صاحب ناسازیٔ طبع کی وجہ سے نہ مل سکے اور ان کے خلیفہ نے وفد کی چائے سے تواضع کی۔

اوباڑو ختم نبوت کا جلسہ

اوباڑو میں جامع مسجد بلال میں ختم نبوت کے عنوان پر جلسہ ہوا، جس سے مولانا محمد حسین ناصر اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ تاروواہ میں ختم نبوت کنونشن ۲۵/اپریل کو ۱۱ بجے صبح تاروواہ کی جامع مسجد میں ختم نبوت کنونشن منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا محمد اسحاق لغاری ضلعی امیر جمعیت علماء اسلام نے کی۔ کنونشن میں علاقائی صورت حال کا جائزہ لیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ تاروواہ کے مضافاتی گوٹھ میں جس میں قادیانیوں کی آبادی ہے میں ہر سال ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوگی۔ امسال ختم نبوت کے سالانہ رد قادیانیت کورس چناب نگر میں علاقے کے نوجوان شریک ہوں گے تاکہ انہیں قادیانیت کے مقابلہ میں دلائل و براہین سے مسلح کیا جاسکے، تاروواہ کے قریب ایک گوٹھ میں چند گھر قادیانی آباد ہیں، ان کی سرگرمیوں کے متعلق غور وخوض ہوا اور لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

میرپور ماتھیلو میں ختم نبوت کا جلسہ

۲۵/اپریل جامع مسجد عدنی گل کالونی میں بعد نماز عشاء ختم نبوت کے عنوان پر میرپور ماتھیلو میں ختم نبوت کا جلسہ منعقد ہوا، جس کی صدارت مولانا محمد اسحاق لغاری نے کی، جلسہ سے مولانا محمد حسین ناصر اور مولانا شجاع آبادی نے اردو میں اور مقامی سندھی علماء نے سندھی زبان میں خطاب کیا، جس میں کثیر تعداد میں سامعین نے شرکت کی۔

داد لغاری میں جلسہ سے خطاب

۲۶/اپریل جامع مسجد داد لغاری میں بعد نماز ظہر ختم نبوت کے عنوان پر جلسہ منعقد ہوا، جس سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ختم نبوت کے عنوان پر تفصیلی خطاب کیا۔ حضرت الشیخ مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ شجاع آبادی، کے خادم خاص مولانا علی حیدر لغاری اور دوسرے علماء کرام سے ملاقات ہوئی۔

گھوٹکی میں ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد عمر فاروق میں بعد نماز عشاء ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولانا خالد حسین الحسینی نے کی۔ کانفرنس سے مولانا محمد حسین ناصر نے اردو اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے سرائیکی زبان میں تفصیلی خطاب کیا۔ سائیں نور محمد شاہ اور سید غلام محی الدین شاہ سے خصوصی ملاقاتیں ہوئیں اور انہوں نے وفد کی ضیافت بھی کی، یوں تین روزہ کا تبلیغی دورہ کے ان شاء اللہ العزیز دوررس نتائج برآمد ہوں گے۔

نظام عدل ریگولیشن کے نفاذ سے متعلق طریقین معاہدات کی پاسداری کو یقینی بنائیں نماز جمعہ کے مختلف اجتماعات میں علماء کرام کا مطالبہ

کوئٹہ (نمائندہ خصوصی) علماء کرام نے نماز جمعہ کے اجتماعات میں امن معاہدے اور شرعی نظام عدل کے نفاذ کے حوالے سے دونوں فریقین سے اپیل کی کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، کسی کی جانب سے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے، اور شرعی نظام عدل کے عملی نفاذ پر سنجیدگی سے غور کیا جائے، روایتی دینی جماعتیں بھی اس نظام کو تسلیم کریں کیونکہ وہ صرف اس نظام کو تسلیم کرتی ہیں جو ان کے ذریعے لاگو ہو۔ میڈیا منفی پروپیگنڈا بند کرے اور نظام عدل کے داعی ملک کے علماء سے مشاورت کریں [illegible]۔ صوبائی خطیب و مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے ممبر مولانا انوار الحق حقانی نے مرکزی جامع مسجد میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سوات میں نظام عدل ریگولیشن کو حقیقی روح کے مطابق نافذ ہونے کا موقع دیا جائے تاکہ اس کے ثمرات ظاہر ہوسکیں

اور وادی طویل بدامنی اور خونریزی کے بعد امن وسلامتی کی برکات سے مستفید ہو طرفین معاہدات کی پاسداری کو یقینی بنائیں۔ فوجی آمریت، جمہوریت اور عدلیہ نے قوم کے مصائب اور مسائل میں اضافہ کیا ہے جس کا واضح ثبوت ملک کا عدم استحکام، معیشت کی بدحالی اور عدالتوں سے فوری اور سستا انصاف کی فراہمی کا فقدان ہے، تحریک نفاذ شریعت کے سربراہ مولانا صوفی محمد نے شاید اسی تناظر میں جمہوریت اور عدالتوں کے بارے میں مینگورہ کے تاریخی جلسہ میں وہ جملے استعمال کئے جس پر بعض حلقے آپے سے باہر ہورہے ہیں۔ مولانا صوفی محمد صاحب اور تحریک طالبان کے لوگ محتاط بیانات دیں تاکہ مخالفین کا منہ بند رہے اور بیرونی قوتوں کے اسیر سیاستدان اور ڈالروں پر گزارا کرنے والوں کو اعتراض کا موقع نہ ملے، جامع مسجد قندھاری میں مولانا عبدالواحد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے قیام کا مقصد وطن عزیز میں شرعی نظام تھا، سوات میں شرعی نظام نافذ ہوا ہے ملک میں نفاذ اسلام کی جدوجہد کرنے والی روایتی دینی تنظیمیں اسے تسلیم کریں، مولانا صوفی محمد بھی ملک بھر کے جید علماء کرام سے باہمی مشاورت کریں، جامع مسجد سنہری میں مولانا قاری عبداللہ منیر نے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ نظام عدل کی مخالفت کررہے ہیں کہ یہ صوفی محمد کا نظام ہے، اصل میں وہ اسلام کی مخالفت کررہے ہیں، اسلام اور شریعت محمدی کا نام نہیں لیتے لیکن ان کا مطمع نظر یہی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے جس میں تمام احکام فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں، گزشتہ دنوں ایک ویڈیو ہر جگہ موضوع بنی رہی جس میں ایک لڑکی کو کوڑے مارتے دکھایا گیا، حالانکہ اسلامی سزائیں انسان کی مقرر کردہ نہیں ہیں، ایسا نہیں کہ کسی نے کسی پر کاری کا الزام لگایا قاضی نے سو کوڑے مار دینے کا حکم دیا ایسا نہیں بلکہ اسلام میں حد جاری کرنے کی کڑی شرائط اس قدر سخت ہیں کہ کسی پر جھوٹا الزام لگانے والے کے الزام گلے پڑ جائے گا، جامع مسجد گول سیلائٹ ٹاؤن میں مولانا قاری عبدالرحیم رحیمی نے کہا کہ اسلامی نظام عدل باعث رحمت ہے جس میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں ہے انہوں نے کہا کہ مغربی تہذیب اور دباؤ سے متاثر میڈیا مولانا محمد صوفی سے ایسے سوال کرتا ہے جو پروپیگنڈا کا باعث بنتے ہیں ان کا مقصد جمہوریت کی نفی نہیں بلکہ یہ بتایا مقصود ہے کہ مغرب کی ملکوں میں اہل جمہور نے ہم جنس پرستی کو جائز قرار دیا ہے۔ جامع مسجد اقصیٰ میں مولانا حافظ محمد یوسف ہزاروی نے کہا کہ سوات، مالاکنڈ کوہستان ہزارہ میں پہلے بھی شرعی نظام عدل رائج تھا۔

مولانا شجاع آبادی حیدرآباد کے دورہ پر

حیدرآباد (مولانا محمد نذر عثمانی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی حیدرآباد ڈویژن کے چار روزہ دورہ پر تشریف لائے۔ ۳۰/اپریل دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور میں جامعہ کے مہتمم مولانا محمد یوسف بہاولپوری اور دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں، بعد نماز عشاء جامع مسجد بلال ٹنڈو آدم میں درس قرآن کے اجتماع سے خطاب کیا اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ سندھ کے امیر علامہ احمد میاں حمادی، مفتی محمد طاہر حنفی، مولانا محمد زاہد و دیگر رفقاء سے ملاقاتیں اور دفتر ختم نبوت میں کارکنوں سے مختصر خطاب کیا اور انہیں تلقین کی کہ وہ اپنی تمام صلاحیتیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کردیں۔ یکم مئی بعد نماز فجر جامع مسجد ختم نبوت ٹنڈو آدم میں بیان ہوا۔ یکم مئی جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد ہاشمی، ہاشمی کالونی میں دیا، بعد نماز جمعہ مقامی خطیب مولانا سراج الحق نے مولانا کے اعزاز میں ظہرانہ کا انتظام کیا۔ یکم مئی بعد نماز عصر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں تعلیمی اداروں کے اساتذہ، سربراہوں، ڈاکٹرز، وکلا اور علماء کرام کے ساتھ ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا گیا، جس کی صدارت مولانا عبدالسلام قریشی نے کی، جس میں کثیر تعداد میں پڑھے لکھے حضرات نے شرکت کی اور مولانا نے ان سے درخواست کی کہ وہ اپنے دائرہ کار میں ختم نبوت کے کام کو بڑھائیں۔ مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن آرائیں نے خصوصی شرکت کی۔ ۲/مئی بعد نماز عشاء مدرسہ تعلیم القرآن کوری میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا رب نواز جلال پوری نے کی۔

کانفرنس سے مولانا اسداللہ کھوڑو، مولانا قاری محمد کامران، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ کانفرنس کے انتظامی امور کی نگرانی حاجی محمد زمان خان نے کی جبکہ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض راقم الحروف نے سرانجام دیئے۔ مقامی علماء کرام میں مولانا عبدالمجید، مولانا بشیر احمد، مولانا عبدالغفور مدنی، مولانا محمد عمر، مولانا غضنفر ربانی، مولانا خدا بخش، قاری عبدالصمد، مولانا غلام رسول ہاشمی، مولانا محمد مراد، قاری وزیر احمد نے خصوصی شرکت کی، کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔ ۳/مئی بعد نماز مغرب جامع مسجد میمن ٹنڈو الہ یار میں درس قرآن کے اجتماع سے خطاب کیا۔ ۳/مئی بعد نماز عشاء جامع مسجد گلی میرواہ ٹنڈو الہ یار میں خطاب کیا۔ ۴/مئی بعد نماز فجر جامع مسجد فاروقیہ میر شاہ محمد کالونی ٹنڈو الہ یار میں بیان ہوا۔ مذکورہ بالا پروگراموں میں مولانا شجاع آبادی کے عقیدہ ختم نبوت اور غیرت اسلامی کے عنوان پر بیان ہوئے، آپ نے قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کی اپیل کی، نیز ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی، ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کی خریداری پر مقامی احباب نے دلچسپی لی۔

تمام پروگرام مولانا محمد راشد امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو الہ یار کی نگرانی میں اور مفتی محمد عمران کی صدارت میں منعقد ہوئے۔ مولانا خالد نثار، مولانا محمد حسین، مولانا افتخار احمد، قاری محمد اکرم، مولانا قادر بخش نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ مولانا محمد علی صدیقی اور مولانا محمد نذر عثمانی مبلغ حیدرآباد کی خصوصی کاوش سے منعقد ہوئے۔ نیز حیدرآباد روڈ پر زیر تعمیر وسیع وعریض جامع مسجد اور جامعہ فاروقیہ کی تعمیرات کا معائنہ کیا اور خیروبرکت کی دعا کی۔ زیر تعمیر جامعہ فاروقیہ مولانا قادر بخش خلیفہ مجاز مولانا محمد شاہ مسکین پوری کے اہتمام عالیشان تعمیر کا مظہر ہے، اللہ تعالیٰ اس دورہ کو قبول فرماکر دور رس نتائج مرتب فرمائے۔

ختم نبوت کانفرنس جھنگ

جھنگ (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام احرار پارک میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت مجلس کے معاون امیر مرکزیہ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم نے کی مولانا محمد احمد لدھیانوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ناموس رسالت اور ختم نبوت کی حفاظت کے لئے جان تک کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ جب صحابہ کرامؓ کی ناموس کے تحفظ کے لئے ہم قربانیاں دیتے آئے ہیں تو ختم نبوت صحابہ کرامؓ سے بھی مقدم ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ قادیانی جماعت کا موجودہ لاٹ پادری ملک میں افراتفری پیدا کرنا چاہتا ہے لیکن ہم ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ۵/اپریل دھوبی گھاٹ فیصل آباد اور ۱۱/اپریل بادشاہی مسجد لاہور میں لاکھوں فرزندان توحید اور مجاہدین ختم نبوت ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے تجدید عہد کا اعلان کیا۔ مولانا محمد عالم طارق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانی جان بوجھ کر ملک میں گستاخی رسالت کا ارتکاب کرکے لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لیہ میں ایک مسجد کے بیت الخلاء میں قادیانی نوجوانوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لکھ کر جلتی پر تیل کا کام کیا ہے، لیکن مسلمان صبر وتحمل کے ساتھ ناموس رسالت کے تحفظ کا مطالبہ کررہے ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے کہا کہ قادیانیوں نے الہامی طور پر پاکستان کے قیام کی مخالفت کی اور قادیانی جماعت کے دوسرے لاٹ پادری مرزا محمود نے کہا تھا کہ ہم کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح اکھنڈ بھارت بن جائے، لہٰذا سقوط ڈھاکا سے سقوط لال مسجد تک تمام سانحات میں قادیانی سازش کارفرما ہے، ہم ان سازشوں کو بے نقاب کرتے رہیں گے۔

معروف خطیب قاری شبیر احمد عثمانی نے کہا کہ قادیانیت کا خمیر اسلام اور مسلمان دشمنی سے اٹھایا گیا ہے، جب بھی ملت اسلامیہ مشکلات میں گھری ہے قادیانیوں نے گھی کے چراغ اور خوشی کے شادیانے بجائے گئے، شاہ فیصلؒ شہید ہوئے یا جناب ذوالفقار علی بھٹو کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا، جنرل محمد ضیاء الحق کا طیارہ کریش ہوا یا محترمہ بے نظیر بھٹو کو قتل کیا گیا۔ جامعہ حفصہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں قادیانی سازشیں کارفرما رہی ہیں۔ کانفرنس سے عرفان محمود برق، مولانا عبدالغفور جھنگوی، مولانا غلام حسین، مولانا عبدالرشید غازی، صاحبزادہ مبشر محمود، مولانا عبدالرحیم، قاری محمد حنیف شاہد رامپوری، فیصل بلال سمیت کئی ایک علما کرام نے خطاب شعرائے منظوم خراج تحسین پیش کیا، کانفرنس ساڑھے تین بجے اختتام پذیر ہوئی۔

احمد سعید چتروڑگڑھی کی ہرزہ سرائی

کبیر والا کے ایک قصبہ چتروڑگڑھ میں احمد سعید نامی ایک منہ پھٹ، بے لگام خطیب ہے، جس کی بدبودار زبان سے علماء اہل سنت والجماعت، علماء دیوبند، امام بخاری اور ان کے اساتذہ کرام، محدثین، مفسرین، صحابہ کرامؓ تک کوئی محفوظ نہیں رہتا۔ موصوف نے گزشتہ سال ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے نام پر کتاب لکھی، جس میں امام بخاریؒ کی ''الصحیح البخاری'' کو قرآن سے متصادم ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مذکورہ بالا بدبودار کتاب کے خلاف گوجرانوالہ کے اہل حدیث حضرات نے کیس کیا۔ مقامی عدالت نے اسے رہا کردیا، جس کے خلاف ہائی کورٹ لاہور میں اپیل دائر ہوچکی ہے (مذکورہ بالا کتاب کے جوابات مولانا محمد عمر قریشی صاحب سمیت کئی علماء کرام نے دیئے) نیز رہائی کے بعد اس نے عجیب وغریب خرافات بکنا شروع کردیں۔ دریا خان ضلع بھکر نشیب کے علاقہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ''جس شخص کے دل میں محبت رسول ہو، خواہ وہ مرزائی ہو، اس جیسا جہاں میں کوئی مسلمان نہیں، خواہ وہ مرزائی ہی رہے۔'' یہ الفاظ کئی مرتبہ استعمال کئے، دریا خان کے علماء کرام مولانا غلام فرید، مولانا مشتاق احمد محمود خطیب جامع مسجد فردوس، مولانا شبیر احمد عثمانی مہتمم جامعہ عثمانیہ، مولانا محمد اکرام مہتمم دارالعلوم، مولانا اللہ بخش خطیب جامع مسجد گلزار مدینہ، مولانا محمد مصطفیٰ، مولانا محمد قاسم لقمانی مدیر مدرسہ حیدر کرار، مولانا صفدر علی عاصم خطیب جامع مسجد محمدی، مولانا عبیدالرحمن خطیب جامع مسجد تاج دریا خان نے اپنے دستخطوں سے ایک تحریر بھجوائی اور ساتھ ہی کیسٹ بھی، اس کے متعلق فتویٰ تو مفتی صاحبان ہی ارشاد فرمائیں گے، لیکن ہر خاص وعام جانتا ہے کہ مرزائی بالاتفاق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج جو انہیں مسلمان سمجھتا ہے وہ بھی کافر ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ ایک کافر کو کفر پر رہتے ہوئے مسلمان سمجھ رہا ہے، اور یہ مسئلہ بدیہیات میں سے ہے اس پر سینکڑوں علماء کرام کے فتاویٰ، پاکستان قومی اسمبلی اور لوئر کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک دسیوں عدالتوں کے فیصلے موجود ہیں۔ اس قسم کی خرافات بکنے والے کو علی الاعلان توبہ کرتے ہوئے اپنے نکاح اور ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، حدیث قدسی ہے فرمایا: ''من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب'' چتروڑگڑھی نے اکابرین علماء امت کے خلاف ایسی ایسی زبان درازیاں کیں، جس سے اس کا ایمان ہی ضائع ہوگیا۔ اللہ پاک ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی

مرکزی شوریٰ کے فیصلے

ادارہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس ۱۳/اپریل ۲۰۰۹ء صبح دس بجے خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت امیر مرکزیہ حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد مدظلہ نے کی۔ اجلاس میں حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا بشیر احمد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا مفتی خالد محمود کراچی، قاری خلیل احمد بندھانی، آغا سید محمد سکھر، مولانا قاضی عزیز الرحمن رحیم یار خان، حاجی سیف الرحمن بہاولپور، حاجی اشتیاق احمد جھنگ، علامہ احمد میاں حمادی ٹنڈو آدم، شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف اسلام آباد، مولانا نورالحق نور پشاور، مولانا عزیز الرحمن ثانی، قاضی احسان احمد سمیت کئی ایک حضرات نے شرکت کی۔

اجلاس میں مولانا سید امیر حسین گیلانی، حکیم محمد یونس راولپنڈی، میاں عبدالواحد کنری، مولانا سیف الرحمن آرائیں کے والد حاجی غلام رسول ڈگری کے لئے ایصال ثواب کیا گیا اور حضرت الامیر دامت برکاتہم نے مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرائی۔ مولانا عزیز الرحمن جالندھری اور مولانا اللہ وسایا نے گزشتہ اجلاس کی کارروائی کی خواندگی کی اور حضرت الامیر دامت برکاتہم نے توثیق کے لئے دستخط فرمائے۔

☆......اجلاس میں ۵/اپریل کو دھوبی گھاٹ فیصل آباد اور ۱۱/اپریل کو بادشاہی مسجد لاہور میں منعقدہ کامیاب ختم نبوت کانفرنسوں پر اللہ پاک کا شکر ادا کیا گیا۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے دن رات جدوجہد کرنے والوں، علماء کرام، مشائخ عظام، مختلف مکاتب فکر کے زعماء کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا گیا۔

☆......۳۰/مئی کو لیاقت باغ راولپنڈی میں کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا اور تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کے ساتھ رابطہ، کانفرنس میں شرکت کی دعوت کے لئے صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد طیب پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی، جو راولپنڈی و اسلام آباد کی رابطہ کمیٹی سے میٹنگ کے بعد مدعوین سے رابطہ قائم کرے گی۔

☆......چناب نگر میں تعمیرات کی اجازت دی گئی، نئے حاصل ہونے والے پلاٹوں پر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا عزیز الرحمن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیز الرحمن ثانی پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی جو چناب نگر کانفرنس سے پہلے تعمیرات کی طرف خصوصی توجہ دے گی۔

☆......۱۲/جولائی کو برمنگھم (برطانیہ) میں ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔

☆......مولانا تجمل حسین، مولانا عبداللطیف نئے تربیت حاصل کرنے والے علماء کرام کو مبلغ رکھنے کی اجازت دی گئی۔

☆......کچھ پرانے مبلغین کے تبادلے بھی کئے گئے۔

☆......شوریٰ نے مبلغین کی کارکردگی پر اظہار اطمینان کیا۔

☆......طے کیا گیا کہ تمام مبلغین اپنی تمام تر صلاحیتیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت سمیت تمام باطل قوتوں اور گستاخان رسول کے تعاقب کے لئے وقف کردیں، ملک بھر میں ٹیکسٹائل ملوں کی طرف سے بیڈ شیٹوں، استعمال کے کپڑوں پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی پرنٹ کرنے پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ گستاخانہ پرنٹ شائع کرنے والی ملوں کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-سی کے تحت کیس رجسٹرڈ کرکے ملزموں کو قانون کے کٹہرے میں لاکر قرار واقعی سزا دی جائے۔

☆......سوات میں ہونے والے نظام عدل ریگولیشن پر عمل کرتے ہوئے فوری طور پر قاضی عدالتیں بحال کی جائیں۔

☆......علماء کرام سے اپیل کی گئی کہ ہر ماہ کا ایک جمعہ عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیت کے تعاقب کے لئے وقف کریں تاکہ نئی نسل کو قادیانیت کے فتنہ سے بچایا جاسکے۔

نیز کئی ایک جماعتی فیصلے کئے گئے، اجلاس حضرت الامیر مدظلہ کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

☆☆......☆☆

ختم نبوت زندہ باد

اسلام زندہ باد

30 مئی 2009ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر

تاریخی عظیم الشان ختم نبوۃ کانفرنس

مقام لیاقت باغ راولپنڈی

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خواجگان قطب الاقطاب مخدوم المشائخ

خواجہ **خان محمد** صاحب دامت برکاتہم

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مہمان خصوصی

استاذ المحدثین

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق** سکندر صاحب

دامت برکاتہم

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

علماء، مشائخ قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔

اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت **عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت** راولپنڈی اسلام آباد

03007550481
03337639031

WWW.KHATM-E-NUBUWWAT.INFO